ہمارا جرم

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا}

اے ایمان دارو! اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صاحب امر کی۔ اور اگر تم میں تنازع ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو یہ انجام کے لے لحاظ سے بہتر ہے۔ [النساء:۵۹]

ہمارے عقیدہ کی رو سے استدلال اور تاویل کا یہی دو چیزیں نقطہ آغاز ہیں اور یہی نقطہ آخر۔ دوسرے لفظوں میں سورہ نساء کی اس آیت کو ہم preamble یا قانون اساس سمجھتے ہیں۔ اس آیت ہی کے لب ولہجہ میں علماء سے کہتے ہیں کہ ہر ہر متنازع فیہ مسئلہ میں اوّل و آخر کتاب وسنّت ہی کی طرف رجوع کیجیے۔ تقلید وعدم تقلید کی اصطلاح میں پڑے بغیر کہ اس میں قدرے الجھاؤ اور جھول ہے، ہم محبّت ووفا کی زبان میں دعویٰ داران عشق رسول سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ خدارا آپ ہی بتائیے اگر کسی گروہ نے یہ فیصلہ کر ہی لیا ہو کہ طلب و آرزو کے دامن کو صرف انہیں گل بوٹوں سے سجائے گا جو قرآن وسنّت کے سدا بہار دبستان میں نظر افروز ہیں اور اگر کچھ لوگوں نے ازراہِ شوق یہی مناسب جانا ہو کہ ان کی نظر اگر کسبِ ضوء کرے گی تو انہیں انوار وتجلّیات سے جو چہرہ نبوّت کی زیب وزینت ہیں۔ یا زمان ومکان کے فاصلوں کو ہٹا کر اگر کوئی بے تاب اور متجسس نگاہ اسی جمال جہاں آرا کا براہ راست مشاہدہ کرنا چاہتی ہے جس کی جلوہ آرائیوں نے عشّاق کے دلوں میں پہلے پہل ایمان وعمل کی شمعیں فروزاں کیں، تو آیا یہ کوئی جرم، گناہ یا معصیت ہے؟

اگر یہ جرم اور معصیت ہے تو ہمیں اقرار ہے کہ ہم وابستگان دامن رسالت اور اسیر ان حلقہ نبوت مجرم اور گناہگار ہیں۔

مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ

بدل اشتراک......فی شمارہ: **15** روپے • سالانہ: **150** روپے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو- ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.

Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

پانی ایک انمول بیش بہا نعمت ہے

محمد ایوب اثری

(قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ)(ملک:۳۰)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر تمہارا (پینے کا پانی) زمین میں اتر جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے صاف شفاف پانی لائے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے ہر فرد کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی بندگی کی دعوت دی ہے بصورت دیگر آیت میں مستعمل لفظ ''غورا'' جس کا معنی ہے، اتنی گہرائی میں چلا جانا کہ وہاں سے نکالنا ناممکن ہو یعنی اللہ تعالیٰ پانی خشک فرمادے یا اس کا وجود ہی ختم ہوجائے یا اتنی گہرائی میں کردے کہ ساری مشینیں پانی نکالنے میں ناکام ہوجائیں تو ذرا بتلاؤ پھر کون ہے جو تمہیں جاری صاف اور نتھرا ہوا پانی مہیا کردے یعنی کوئی نہیں ہے تو پھر سوال باقی ہے کہ تم رب کی نافرمانی بھی کرتے ہو اور صاف وشفاف پانی کی امید بھی لگائے بیٹھے ہو یہ تو تمہاری عقل سلیم پر اشکال ہے اس لئے اہل کائنات کو مژدہ سنادیا جائے کہ اگر بقائے حیات کیلئے انتہائی ناگزیر شئی ''ماء معین'' چاہتے ہو تو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے نماز استسقاء کا قیام عمل میں لایا کرو یہ کوئی کتابوں میں بند سبق نہیں ہے جس میں طالب علم حصول تعلیم کے وقت اساتذہ کرام سے ''باب صلوۃ الاستسقاء'' کا وظیفہ کرکے گذر جاتا ہے جس کی ضرورت صرف اسباق ہی کی حد تک ہو ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ آج کل جیسے حالات جب بھی درپیش ہوں تو ''جل ریل ایکسپریس' بورنگ، ٹیوویل کی طرف کثرت سے توجہ دینے کی بجائے ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے ہوئے اللہ سے رجوع وانابت حاصل کرے تاکہ اللہ کی رحمتوں کی عام برکھا ہو اور مردہ زمین پھر سے زندہ ہوجائے انسان، حیوان، حشرات الارض، غرضیکہ دنیا کی تمام چیزیں راحت وسکون کا سانس لے سکیں اس کے برعکس جب ہم معاشرتی اور سیاسی طور پر حالات کا مطالعہ کرتے ہیں تو حالات بہت ہی دگرگوں نظر آتے ہیں، اللہ کے بندے اس سے توبہ واستغفار کے بجائے طغیان وسرکشی کی طرف بڑھے چلے جارہے ہیں اور ایسے ہی حالات کیلئے رسول رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا جو قوم ناپ وتول میں کمی کرتی ہے تو اس پر قحط سالی، سخت اور دشوار زندگی، اور حکمرانوں کا ظلم مسلط کردیا جاتا ہے (سنن ابن ماجہ حدیث: ۴۰۱۹، صحیح) معلوم ہوا کہ جب لوگ عمومی طور پر ناپ تول والی بیماری میں ملوث ہوجائیں گے تو اس کے سبب سے قحط سالی مسلط کردی جائے گی ہم جب معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو کچھ لوگ ایسے ملتے ہیں جن کے ذریعہ معاش کا طریقہ عام اصول وضابطہ کے بالکل خلاف ہے کہتے ہیں کہ کوئی سامان بیس روپئے میں خریدا اور پندرہ روپئے میں بیچا پھر ہزار دو ہزار منافع ہوگا حالانکہ پوری دنیا کے حساب داں اس اصول کے خلاف ہیں مگر یہ شخص سب کی مخالفت کرتا ہوا اسی

طریق سے جینا چاہتا ہے اس وجہ سے پوری خلقت پریشان ہوکر رہ گئی ہے ایسے لوگوں سے گذارش ہے کہ اس قبیل کے عمل سے تائب ہوں تاکہ پوری انسانیت قحط سالی کی مار جھیلنے سے محفوظ رہ جائے حقیقت میں توبہ واستغفار کے ذریعہ دنیا میں حاصل ہونے والے ایسے فوائد کا ذکر سابقہ امتوں کے حوالے سے قرآن نے ذکر کیا ہے۔(وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ)(مائدۃ:٦٦) ترجمہ: اور اگر اہل کتاب توراۃ، انجیل اور جو کچھ ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل کیا گیا تھا پر عمل کرتے تو ان کے اوپر سے بھی رزق برستا اور نیچے سے بھی نکلتا۔ (وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ)(الاعراف:۹٦) اور اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دہانے کھول دیتے لیکن انہوں نے توحید سے انکار کیا پس ہم نے انہیں شرک کی پاداش میں پکڑ لیا اور اس چیز کے جرم میں جو یہ اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے ہیں، معلوم ہوا کہ برکتوں سے محرومی کی ایک بڑی وجہ شرک قرار دی گئی جو موجودہ دورِ حکومت میں بڑی شد و مد کے ساتھ سرخیوں میں رہی ہے کبھی گھر واپسی کی مذموم سازش تو کبھی بھارت ماتا کی جئے نہ بولنے والوں کو دیش کا غدار اور بابا رام دیو جی تو سیاسی اشتہار حاصل کرتے ہوئے یہاں تک بول گئے کہ جو بھارت ماتا کی جئے نہ بولے میں تو ایسے آدمی کا سر قلم کردوں، مگر زیادہ دن نہیں بیتے کہ بابا رام دیو جی کو ہوش آ گیا کہ میں نے آسمان پر تھوکنے کی کوشش کی ہے اس لئے میڈیا میں صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ میرا بیان تو دراصل اویسی کی بات کے جواب میں ''بات کی بات تھی'' ورنہ میں تو اسلام دھرم اور اسلام کے دھرم گرو محمد صاحب کی دل سے قدر کرتا ہوں بھارت ماتا کی جئے بولنا ہر انسان کا اپنا مسئلہ ہے جو بولنا چاہتے ہیں بولیں اور جو نہ بولنا چاہتے ہیں نہ بولیں لیکن بولنے والوں کو نہ روکیں۔ بابا رام دیو جی ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے شاہنواز، مختار عباس نقوی، اور اسی طرح کے ملحدوں سے جو چاہا کروایا ہمیں اس پر تھوڑا سا اعتراض ہے کہنا صرف ان لوگوں کے لئے ہے جنہیں جبراً یا جہالتاً آر ایس ایس کے لوگ اسی گناہ میں ڈھکیلنا چاہتے ہیں۔ ہم پورے سنگ پریوار مع آر ایس ایس کے جملہ ممبران سے گذارش کرتے ہیں کہ اسلام کے اسی ہمہ گیر تعلیم کی طرف لوٹ آئیں جو آپ تمام حضرات کے ساتھ پوری انسانیت کیلئے خیر اور بہتری کا سبب ہے ''یعنی توحید کا اقرار کرلو شرک کی نجاست سے پورے عالم کو فنا کے قریب نہ لے جاؤ ورنہ خشک سالی بھوک مری سے دوچار ہوکر دنیا سے وجود کھو دوگے۔ آخر میں اللہ رب العالمین کا دنیا کے لوگوں کی بھلائی کا وہ نسخۂ کیمیا ذکر کرکے بات ختم کرتا ہوں۔ امام حسن بصریؒ سے ایک شخص نے قحط کا شکوہ کیا، دوسرے شخص نے محتاجی کا، تیسرے سے اولاد کے نہ ہونے کا، تو آپ نے ان تینوں کو استغفار کا حکم دیا کسی نے کہا کہ ان کے شکوے تو الگ الگ ہیں لیکن آپ ہر ایک کو استغفار کا ہی حکم دے رہے ہیں اس کے جواب میں آپ نے قرآن کی یہ آیت (فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا)(نوح:١٠-١٢) اور نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اپنے پروردگار سے معافی مانگ

لو بلاشبہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔تم پرآسمان سے خوب بارش برسائے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں برکت عطا فرمائے گا تمہارے لئے باغ پیدا کرے گا اور نہریں جاری کرے گا۔بعض علماء کا خیال ہے کہ ہرمقصد کے حصول کے لئے استغفار کرنا چاہئے۔ چنانچہ ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ بارش کی دعا کرنے کیلئے باہر نکلے اور صرف استغفار پر اکتفا فرمایا کسی نے عرض کیا امیر المؤمنین آپ نے بارش کیلئے دعا تو کی ہی نہیں،تو فرمایا کہ میں نے آسمان کے ان دروازوں کوکھٹکھٹادیا ہے جہاں سے بارش نازل ہوتی ہے پھرآپ نے سورہ نوح کی مذکورہ آیت (**فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا**)الآیۃ کو پڑھ کرلوگوں کوسنادیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں سے راضی اورخوش ہوتا ہے تو بارش کی صورت میں ان پر اپنی رحمت برساتا ہے اس آیت سے ایک نکتہ جوواضح طور پر سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ بارش کے ذریعہ سے جوخوش حالی مطلوب ہوتی ہے وہ کسی ایک فرد کیلئے نہیں بلکہ پورے معاشرے کیلئے ہوتی ہے اور اس کیلئے ضروری ہے کہ سارا معاشرہ ایسی زندگی گذارے جوانعامات واحسانات کا مستحق ہوسکے اور بارش ساری آبادی کیلئے بجاطور پر باران رحمت ثابت ہو۔اللہ تعالیٰ کوخوش کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی نعمتوں کی قدر کی جائے اللہ تعالیٰ سورۂ نحل آیت ۱۸/ اور سورہ ابراہیم آیت ۳۴/ میں اپنی بے حدوحساب نعمتوں کے بارے میں فرماتا ہے یعنی اگرتم اللہ کی نعمتوں کوشمار کرنا چاہو تو ہرگز نہیں کرسکتے۔

خالق کائنات کی ان تمام نعمتوں میں سے جس نعمت کا قرآن پاک میں باربار ذکر ہے وہ پانی کی نعمت ہے جس پر انسانوں ہی کی نہیں بلکہ تمام جانداروں کی زندگی کا دارومدار اور انحصار ہے، اللہ کا ارشاد ہے: (**وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ**)(الانبیاء:۳۰)یعنی ہم نے ہرزندہ شئی کو پانی سے وجود بخشا،کیا یہ لوگ پھربھی ایمان نہیں لاتے (اس سے مراد اگر بارش اور چشموں کا پانی ہے تب بھی واضح ہے کہ اس سے روئیدگی ہوتی اور ہر ذی روح کوحیات نوملتی ہے اور اگر مراد نطفہ ہے تو اس میں بھی کوئی اشکال نہیں کہ ہر زندہ چیز کے وجود کا باعث وہ قطرۂ آب ہے جونر کی صلب سے نکلتا اور مادہ کے رحم میں جا کر قرار پکڑتا ہے۔(احسن البیان) اللہ کی اس عظیم نعمت کی کتنی قدردانی ہونی چاہئے مذکورہ بالانصوص سے بالکل واضح ہے اسی طریقے سے اللہ نے فرمایا: (**ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ**)(تکاثر:۸) پھراس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہوگا۔اب ہم غور کریں کہ اگر اللہ نے اس عظیم نعمت پانی کے تعلق سے سوال کرلیا کہ تم نے اسے کتنا ضائع کیا اور کتنی حفاظت کی تو ہم کیا جواب دیں گے؟ جبکہ صدیقہ کائنات حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کسی بندے کے سامنے یہ سوالیہ نشان لگادیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو وہ ہلاک ہوجائے گا (**من نوقش فقدھلک**) لہٰذا ان روشن تعلیمات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ پانی جس پر حیات انسانی کا انحصار ہے اس کی حتی المقدور حفاظت کرنی چاہئے،تا کہ یہ اہم دولت ونعمت تادیر باقی رہے اور اللہ کی پوری مخلوق اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتی رہے۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ہم سب کی لغزشوں کو درگذر فرمائے اور اپنی نعمتوں کی صحیح طور پرقدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین تقبل یارب العالمین)

اداریہ

غیروں کا شکوہ کرنے سے پہلے۔۔۔

محمد مقیم فیضی

صحیح مسلم کی ایک روایت میں جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یقینا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ نہ قاتل کو پتہ ہوگا کہ اس نے کس چیز کے لئے قتل کیا ہے نہ مقتول کو معلوم ہوگا کہ اسے کس چیز کے لئے قتل کیا گیا ہے۔ آج دنیا بڑی تیزی کے ساتھ اسی صورت حال کی طرف بڑھ رہی ہے، موجودہ دور میں قتل اور خون خرابہ بعض لوگوں کی ذہنی تسکین یا تفریح کا ذریعہ بن گیا ہے، انسانی خون بے حد ارزاں ہوگیا ہے، بلا مقصد قتل کی وارداتیں بڑھتی جارہی ہیں اور دہشت گردی بذات خود مقصد بنتی جارہی ہے، ایسا لگتا ہے جیسے دنیا میں ان لوگوں کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے جو سوچنے سمجھنے اور عقلی صلاحیتوں سے محروم ہیں، انفرادی اور اجتماعی ہر سطح پر ایسی ذہنیتوں کو فروغ مل رہا ہے جو تشدد اور انتہا پسندی ہی کو مسئلے کا حل قرار دے رہی ہیں، ہر طبقے میں جارحیت پروان چڑھ رہی ہے اور تعصب ونفرت کا بول بالا ہوتا جارہا ہے۔ اس سلسلے میں اتہامات کا تبادلہ بھی تیزی سے ہورہا ہے، ایک گروہ اپنے کرتوت دوسروں کے سر تھوپنے میں بھی مہارت کا مظاہرہ کررہا ہے اور اس باب میں اپنے اپنے حلقے کے لوگ ایک دوسرے کی خوب پیٹھ ٹھونک رہے ہیں مگر اس میں نقصان انسانیت کا ہورہا ہے، عام آدمی خوف ودہشت میں جی رہا ہے اور بے سمتی کا شکار ہوکر خود بھی اپنے مفاد اور خواہشات کی تسکین کے لئے جارح ہوتا جارہا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ ہر اس دور میں جب دنیا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ رہنمائی سے دور ہوجاتی ہے تو اسی طرح کے حالات سے دوچار ہوتی ہے اور بگڑے ہوئے ماحول کی اصلاح کے لئے اسے پھر سے ربانی توجیہات اور رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے جس کا حصول آسمانی تعلیمات ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔ اور اس کا سرچشمہ آج کے دور میں صرف اسلام ہی ہے جس کا اعتراف وقتاً فوقتاً ہی سہی غیر لوگ بھی کرتے رہتے ہیں جیسا کہ ابھی حال ہی میں ایک کمسن کے ساتھ جنسی زیادتی اور اس کے وحشیانہ قتل سے متاثر ہوکر راج ٹھاکرے جی نے ہندوستان میں شریعت جیسے قانون کے نفاذ کی وکالت کی ہے۔

مگر غیروں کا شکوہ کیا کریں آج خود مسلمان بھی اس اسلام اور اس کے اخلاقی ضابطوں سے بے گانہ ہوتے جارہے ہیں اور ان کے ساتھ بڑا سوتیلا سلوک کررہے ہیں۔ خود باہمی طور پر وہ ان اصولوں کو بھی بروئے کار لانے پر تیار نہیں ہیں جن کی تعلیم اسلام نے مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ تعامل کے سلسلے میں دی ہے۔ ابھی زیادہ دن نہیں گزرے کہ ہندوستان کی راجدھانی دلی میں صوفی ازم کی نمائندگی کرنے والے کچھ اصحاب جبہ ودستار نے دیگر مسلک کے لوگوں کو کھلے طور پر دہشت گردی سے جوڑ کر حکومت وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انصاف کا خون کیا اور اس بہتان تراشی کے مرتکب ہوئے جو اسلامی شریعت کی نگاہ میں غیر مسلموں کے حق میں بھی فسق وفجور اور گناہ عظیم ہے۔ اس سے پہلے ندوی حلقے

کے ایک بزرگ مولانا سلمان ندوی صاحب نے علی الاعلان تمام حقائق کو دیدہ ودانشتہ مسخ کرتے ہوئے داعش جیسی خونی اور بدعتی تنظیم کو سلفیت کے ساتھ جوڑنے کی مذموم کوشش کی اور بڑے پیمانے پر اس کا اشتہار کیا۔ اور اب ڈاکٹر ذاکر نائک کے خلاف بھی مسلمانوں ہی کے ایک گروہ نے محاذ آرائی کر کے اپنی دیرینہ نفرتوں اور کدورتوں کی تسکین کے لئے انتہائی دیدہ دلیری کے ساتھ خلاف حقیقت اتہامات کی تائید میں ان عناصر کی آواز میں آواز ملائی ہے جو ہر اس شخصیت اور ادارے کے مخالف ہیں جو کسی بھی طرح اسلام کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا چاہتا ہے۔

ڈاکٹر ذاکر نائک اہل حدیث نہیں ہیں اور اس بات کا اعلان انھوں نے بارہا کیا ہے اور ہم بہت سے مسائل میں ڈاکٹر صاحب سے اختلاف کر سکتے ہیں اور کرتے بھی ہیں۔

اسی طرح دیگر مسلک کے بہت سے افراد کے ساتھ بھی ہمارے اختلافات مختلف امور میں ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ ہم حق وانصاف کا دامن چھوڑ کر ان کے ساتھ وہ باتیں چسپاں کر دیں جن سے وہ ایسے بری ہیں جیسے بھیڑیا خون یوسف سے بری تھا، یہ رویہ پوری ملت کے لئے باعث تشویش اور حد درجہ افسوسناک ہے مگر عام طور پر لوگ قلت وکثرت کے فلسفے کے تحت انصاف کے اصولوں کو نظرانداز کر جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ میڈیا سے جڑے ہوئے زہریلی ذہنیت کے وہ افراد جو ہر اس چیز کے خلاف نفرت پھیلانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے جس کا تعلق اسلام سے ہے اور وہ مسلمانوں کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے میں بڑے سے بڑے جھوٹ کو سچ بنا دینے میں پوری طرح تربیت یافتہ اور مشاق ہیں ان کی ہاں میں ہاں ملانا کہاں کی دانشمندی ہے جبکہ خود وہ افراد مسلمانوں میں کسی تفریق کے قائل نہیں ہیں اور جب انہیں موقع ملتا ہے اور کوئی مناسبت ہاتھ آجاتی ہے وہ کسی کو بخشنے کو تیار نہیں ہوتے ہیں۔

دوسری طرف ہمیں اس بات سے بھی انکار نہیں ہے کہ اگرچہ اسلام میں دہشت گردی اور ناحق قتل وغارت گری کی قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے اس کے باوجود مسلمانوں میں ایسے افراد موجود ہیں۔ خواہ وہ کتنی ہی قلیل تعداد میں ہوں۔ جو خارجی ذہنیت کے حامل ہیں اور وہ ہر مسئلے کا علاج تشدد اور تخریب ہی میں تلاش کرنے کے قائل ہیں اور ایسے لوگوں اور ایسی فکر سے امت کے نوجوانوں کو محفوظ رکھنا اور خام ذہنیتوں کو ان سے بچانا پوری ملت کی مشترکہ ذمہ داری ہے اور الحمدللہ ملت کے فقہاء اور دانشور یہ فریضہ بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب بھی اسی طبقہ عقلاء کے ہمنوا ہیں جو ہر طرح کی دہشت گردی سے بیزار اور اس کے خلاف سرگرم ہے، اس لئے یہ انتہائی بگڑی ہوئی منطق ہے کہ اگر کسی نادان نے خود کو کسی سے متاثر بتا دیا تو اس شخص کی فکر اور منہج کے برعکس وہ خیالات اس کے ساتھ چسپاں کر دیئے جائیں جن کی مخالفت میں وہ پوری زندگی سرگرم عمل نظر آتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے پرانا حساب بے باق کرنے کے لئے یہ موقع غنیمت جانا ہے، اور اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر امت مسلمہ کے یہ نادان لوگ خود اپنے پیروں پر کلہاڑی چلا رہے ہیں۔ اور اختلاف و اتفاق کے موقعوں اور مسئلوں کی فہم میں ٹھوکریں کھاتے جا رہے ہیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں یہ احساس ہمیشہ زندہ رہنا چاہئے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کرنی ہے، اور اس کے یہاں ہر اچھے برے قول وعمل کی جزا وسزا مقرر ہے۔

عقیدہ ومنہج

(۱)

تبرکات - کتاب وسنت کے آئینہ میں

● ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

اولیاء اور صالحین کی شانوں، ان کے آثار و نشانات اوران سے متعلق زمان ومکان وغیرہ سے تبرک کا حصول عقیدۂ توحید کا ایک اہم مسئلہ ہے کیونکہ تبرک اوراس میں غلو آرائی ہی کے نتیجہ میں زمانۂ قدیم سے لے کر آج تک لوگ شرک وبدعت اور خرافات میں مبتلا ہوتے آئے ہیں۔ لہٰذا آئیے تبرک اوراس کی مشروع وناجائز قسموں کا کتاب وسنت کی روشنی میں جائزہ لیں۔

تبرک کا مفہوم:

"تبرک" کا لفظ "برکة" سے مشتق ہے جس کے معنیٰ جماؤ، ثبات، زیادتی، بڑھوتری، اور سعادت کے ہوتے ہیں۔ (التبرک أنواعه وأحکامه، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۲۵)

اور "تبرک" کے معنیٰ حصول برکت کے ہوتے ہیں، اور "تبرک بالشيء" کے معنیٰ ہوتے کسی چیز کے واسطہ سے برکت حاصل کرنا۔ (لسان العرب، ۱۳/ ۴۵۸)

برکت سے مشتق دیگر الفاظ مثلاً تبریک، تبارک، اور مبارکۃ وغیرہ میں برکت کے مذکورہ معانی شامل ہیں، لیکن "تبارک" کا لفظ چونکہ قرآن کریم اوراحادیث نبویہ میں تمام جگہوں پر اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے ہی استعمال ہوا ہے اس لئے اللہ کے علاوہ کیلئے اس لفظ کا استعمال صحیح نہیں۔ (التبرک أنواعه وأحکامه، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۳۳)

مشروع تبرکات اوراس کی قسمیں:

(۱) نبی کریم ﷺ کی ذات اور آپ کے آثار سے برکت کا حصول:

بلا شبہہ نبی کریم ﷺ کی ذات اور آپ کے آثار بابرکت ہیں، اور آپ کی شخصیت دینی ودنیوی برکات کا منبع ہے، اللہ نے آپ کی ذات میں خصوصی برکت ودیعت فرمائی ہے، چنانچہ آپ کی زندگی میں صحابۂ کرام آپ سے برکت حاصل کیا کرتے تھے، چند دلیلیں درج ذیل ہیں:

۱- عَن أَبَا جُحَيْفَةَ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالهَاجِرَةِ إِلَى البَطْحَاءِ، فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَالعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، ... وَقَامَ النَّاسُ فَجَعَلُوا يَأْخُذُونَ يَدَيْهِ فَيَمْسَحُونَ بِهَا وُجُوهَهُمْ، قَالَ فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ فَوَضَعْتُهَا عَلَى وَجْهِي فَإِذَا هِيَ أَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَأَطْيَبُ رَائِحَةً مِنَ المِسْكِ۔ (بخاری:3553)۔

ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت بطحاء کی جانب نمودار ہوئے، پھر آپ نے وضو فرمایا اور نماز ظہر وعصر دو دو رکعت ادا کی، صحابۂ کرام کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کو لے کر اپنے اپنے چہروں پر ملنے لگے"، ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی آپ کے ہاتھ کو لے کر اپنے چہرے پر لگایا، تو آپ کا دست مبارک برف سے زیادہ سرد اور مشک سے زیادہ پاکیزہ اور خوشبودار تھا۔

۲- عَن أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا رَمَى رَسُولُ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ وَنَحَرَ نُسُكَهُ وَحَلَقَ نَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ، ثُمَّ دَعَا أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْأَيْسَرَ، فَقَالَ: احْلِقْ فَحَلَقَهُ، فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ، فَقَالَ: اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ'' (مسلم:1305)۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ تشریف لائے، پھر جمرہ کے پاس آ کر اس کی رمی فرمائی، پھر منیٰ میں اپنی منزل پر تشریف لائے، اور قربانی کی اور پھر نائی سے فرمایا: ''لے لو'' (یعنی سر کے بال مونڈنے کا حکم دیا) اور دائیں اور پھر بائیں جانب اشارہ کیا، اور پھر ان بالوں کو لوگوں کو دینے لگے، اور ایک روایت میں ہے کہ: ''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ کو بلوایا، اور انہیں وہ بال دیدیئے، پھر بائیں جانب کو نائی کی جانب کرتے ہوئے فرمایا: ''مونڈو''، نائی نے حکم کی تعمیل کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بالوں کو ابوطلحہ کو دیتے ہوئے فرمایا: ''اقسمہ بین الناس'' اسے لوگوں درمیان تقسیم کردو۔

۳- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ بَيْتَ أُمِّ سُلَيْمٍ فَيَنَامُ عَلَى فِرَاشِهَا، وَلَيْسَتْ فِيهِ، قَالَ: فَجَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ فَنَامَ عَلَى فِرَاشِهَا، فَأُتِيَتْ فَقِيلَ لَهَا: هَذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ فِي بَيْتِكِ، عَلَى فِرَاشِكِ، قَالَ فَجَاءَتْ وَقَدْ عَرِقَ، وَاسْتَنْقَعَ عَرَقُهُ عَلَى قِطْعَةِ أَدِيمٍ، عَلَى الْفِرَاشِ، فَفَتَحَتْ عَتِيدَتَهَا فَجَعَلَتْ تُنَشِّفُ ذَلِكَ الْعَرَقَ فَتَعْصِرُهُ فِي قَوَارِيرِهَا، فَفَزِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا تَصْنَعِينَ؟ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ نَرْجُو بَرَكَتَهُ لِصِبْيَانِنَا، قَالَ: أَصَبْتِ''(مسلم:2331)۔

انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے اور ان کے بستر پر سوجاتے، اور وہ وہاں نہیں ہوتیں، کہتے ہیں: ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے بستر پر سو گئے، وہ آئیں تو ان سے کہا گیا: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تمہارے گھر میں تمہارے بستر پر سو رہے ہیں، تو وہ آئیں اور دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آیا ہے، اور بستر پر چمڑے کے ایک ٹکڑے پر جمع ہو گیا ہے، تو انھوں نے اپنی ڈبیہ کھولی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو پونچھ پونچھ کر اس میں بھرنے لگیں، اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر بیدار ہوئے اور فرمایا: ''ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟'' انھوں نے فرمایا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اپنے بچوں کے لئے اس کی برکت چاہتے ہیں'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے ٹھیک کیا''۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام آپ کے جسم، بال، اور پسینے وغیرہ سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے، ان کے علاوہ بیشمار روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین آپ کی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی آپ کے جسم، اور آپ کے آثار ونشانات مثلاً تھوک، کپڑے، انگلیوں کے نشان، جوٹھے، وضو کا بچا ہوا پانی، زرہ، عصا، انگوٹھی، نعل، برتن، ازار اور چادر وغیرہ سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔

(۲) بعض اقوال وافعال سے برکت کا حصول:

کچھ اقوال وافعال بھی بابرکت ہیں، چند اقوال وافعال درج ذیل ہیں:

(ا) ذکر الٰہی سے برکت کا حصول: ذکر الٰہی میں بے شمار دینی ودنیوی برکات ہیں، چنانچہ اطمینان قلب، اطاعت پر قوت، مال واولاد اور دنیوی نعمتوں کا حصول، بیماریوں کا علاج اور شفا

یابی، وغیرہ ذکر الٰہی کی دنیوی برکات اور گناہوں کی مغفرت، اجر وثواب کا حصول اور مجالس ذکر پر رحمت الٰہی کا نزول وغیرہ ذکر الٰہی کی دینی برکات ہیں، ذکر الٰہی سے تبرک کے مشروعیت کی چند دلیلیں درج ذیل ہیں:

۱- نبی کریم ﷺ نے حضرات فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہما کو سکھایا:

"إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا تُكَبِّرَا أَرْبَعًا وَثَلاَثِينَ، وَتُسَبِّحَا ثَلاَثًا وَثَلاَثِينَ، وَتَحْمَدَا ثَلاَثًا وَثَلاَثِينَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ" (بخاری:3705)۔

کہ جب تم دونوں سونے کے لئے اپنے بستر پر جاؤ تو ۳۴/ مرتبہ اللہ اکبر، ۳۳/ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳/ مرتبہ الحمد للہ کہہ لیا کرو، یہ اذکار تم دونوں کے لئے خادم سے بہتر ہیں۔

۲- قَالَ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ سَبَّحَ اللهَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَحَمِدَ اللهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَكَبَّرَ اللهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، فَتْلِكَ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ، وَقَالَ: تَمَامَ الْمِائَةِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ" (مسلم:597)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص ہر نماز کے بعد ۳۳/ بار سبحان اللہ، ۳۳/ بار الحمد للہ اور ۳۳/ بار اللہ أکبر کہے گا، اور ایک بار لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شيء قدیر کہہ کر سو کی تعداد مکمل کرے گا، اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

۳- قَالَ صلى الله عليه وسلم: - عن سید الاستغفار- وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا، فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ، وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا، فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ" (بخاری:6306)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص دن میں یقین کے ساتھ سید الاستغفار پڑھے گا اور اسی دن شام ہونے سے قبل مرجائے گا، وہ جنتی ہوگا، اور جو اسے رات میں یقین کے ساتھ پڑھے گا اور صبح ہونے سے پہلے مرجائے گا وہ جنتی ہوگا۔

ان تمام احادیث سے ذکر الٰہی کی برکات کا پتہ چلتا ہے۔

(۲) تلاوت قرآن کریم سے برکت کا حصول: قرآن کریم دنیا کی سب سے بابرکت کتاب ہے، فرمان باری ہے:

كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ مُبَٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوٓا۟ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿٢٩﴾ [ص:29]۔

یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔

اور احادیث میں قرآن کریم کے بابرکت ہونے بیشمار دلیلیں ہیں، چند درج ذیل ہیں:

۱- قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُولُ الم حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ" (جامع ترمذی: 2910، دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر للالبانی:6469)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اسے ایک نیکی ملے گی، اور ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے، میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، اور لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔

۲- قَالَ صلى الله عليه وسلم: ''اقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ''(مسلم:804)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قرآن پڑھو، کیونکہ قرآن اپنے پڑھنے والوں کے لئے قیامت کے روز سفارشی بن کر آئے گا۔

۳- قَالَ صلى الله عليه وسلم: ''اقْرَءُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ، فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ، وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ، وَلَا تَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ''(مسلم:804)۔

نبی کریم ﷺ نے سورۂ بقرہ کے بارے میں فرمایا:'' سورۂ بقرہ پڑھا کرو، کیونکہ اس کا پڑھنا برکت اور اس کا چھوڑنا حسرت ہے اور جادوگر اس کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔

ان احادیث سے قرآن کریم کی بابرکتی کا پتہ چلتا ہے، البتہ قرآن کریم کو تبرک کی خاطر گھروں، دوکانوں، فیکٹریوں اور گاڑیوں وغیرہ میں رکھنا بدعت اور قرآن کریم کا مذاق ہے۔

(۳) بعض مبارک جگہوں سے برکت کا حصول:

بعض جگہیں بھی مبارک ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان میں خصوصی طور پر برکت رکھی ہے، جیسے مساجد، بالخصوص مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور مسجد قباء، ان مساجد سے حصول برکت کا طریقہ یہ ہے کہ ان میں نمازیں ادا کی جائیں، قرآن کی تلاوت کی جائے، اعتکاف اور دینی مجلسوں سے انہیں آباد کیا جائے، البتہ تبرک کی خاطر ان کی در ودیوار اور وہاں کی مٹی کو چھونا، چومنا یا بوسہ دینا اور اپنے جسموں پر ملنا بدعت وخرافات ہے، اسلام میں اس کی کوئی دلیل نہیں۔

۱- مساجد:

دنیا کی عام مساجد کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ أَسْوَاقُهَا''(مسلم:671)۔

''اللہ کے نزدیک دنیا کی سب سے محبوب جگہیں مساجد اور سب سے بری جگہیں بازار ہیں''۔

۲- مسجد حرام ومسجد نبوی:

مسجد حرام اور مسجد نبی کی فضیلت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ، إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ''(مسلم:1395)۔

''مسجد حرام کے علاوہ دنیا کی دیگر مساجد کے مقابلہ میں میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں ایک نماز ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

نیز فرمایا:''صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ''(سنن ابن ماجہ:1406، دیکھئے: صحیح الجامع:3838)۔

''مسجد حرام کے علاوہ دنیا کی دیگر مساجد کے مقابلہ میں میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں ایک نماز ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے،، اور مسجد حرام میں ایک نماز دنیا کی دیگر مساجد کے بالمقابل ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے''۔

۳- مسجد اقصیٰ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ① [بنی اسرائیل:1]۔

پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے

برکت دے رکھی ہے۔

قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: ''لاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ: المَسْجِدِ الحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَسْجِدِ الأَقْصَى''(متفق علیہ)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تین مسجدوں کے علاوہ کسی بھی جگہ کیلئے کجاوے نہیں کسے جاسکتے: مسجد حرام، اور میری یہ مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ''۔

۴۔ مسجد قباء:

قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: ''الصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ كَعُمْرَةٍ''(ترمذی:324، دیکھئے: صحیح الجامع:3872)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسجد قباء میں ایک نماز کا ثواب عمرہ کی طرح ہے''۔

قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: ''كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ، مَاشِيًا وَرَاكِبًا''(بخاری:1193)۔

نیز نبی کریم ﷺ ہر سنیچر (ہفتہ) کو مسجد قباء آیا کرتے تھے۔

اسی طرح مبارک جگہوں میں مکہ، مدینہ، شام اور یمن بھی ہیں:

مکہ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: ''وَاللَّهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللَّهِ، وَأَحَبُّ أَرْضِ اللَّهِ إِلَى اللَّهِ، وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ''(ترمذی:3925، وابن ماجہ:3108)۔

''اللہ کی قسم! تو اللہ کی سب سے بہتر اور تمام جگہوں میں سب سے محبوب سرزمین ہے، اور اگر میں تجھ سے نکالا نہ گیا ہوتا تو نہ نکلتا''۔

مدینہ کے بارے میں فرمایا:

قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: ''عَلَى أَنْقَابِ المَدِينَةِ مَلاَئِكَةٌ لاَ يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ، وَلاَ الدَّجَّالُ''(متفق علیہ)۔

''مدینہ کے تمام راستوں پر فرشتے مقرر ہیں، مدینہ میں نہ تو طاعون داخل ہوسکتا ہے اور نہ ہی دجال''۔

نیز فرمایا: ''مَنْ أَرَادَ أَهْلَ هَذِهِ الْبَلْدَةِ بِسُوءٍ – يَعْنِي الْمَدِينَةَ – أَذَابَهُ اللهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ''(متفق علیہ)۔

''جو اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ رکھے گا، اسے اللہ تعالیٰ اس طرح پگھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے''۔

شام کے بارے میں فرمایا:

''طُوبَى لِلشَّامِ، فَقُلْنَا: لِأَيٍّ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: لِأَنَّ مَلَائِكَةَ الرَّحْمَنِ بَاسِطَةٌ أَجْنِحَتَهَا عَلَيْهَا''(ترمذی:3954، دیکھئے: صحیح الجامع:3920)۔

''شام کے لئے خوشخبری ہو، صحابہ نے پوچھا کیسی خوشخبری؟ آپ نے فرمایا: ''کیونکہ رحمن کے فرشتے شام کے اوپر اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے ہیں''۔

یمن کے سلسلہ میں نبی کریم نے مختلف احادیث میں برکت کی دعا فرمائی ہے، مثلا اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''الإِيمَانُ يَمَانٍ وَالحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ'' ایمان یمنی ہے اور حکمت بھی یمنی ہے۔(متفق علیہ)

ان جگہوں سے برکت کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ ان میں کثرت رزق کے حصول یا فتنہ وفساد سے حفاظت کی خاطر سکونت اختیار کی جائے۔

اسی طرح مشاعر مقدسہ عرفہ، منیٰ، مزدلفہ وغیرہ بھی مبارک جگہیں ہیں، ان جگہوں میں برکات کا نزول، گناہوں کی بخشش اور اجر وثواب کا حصول ہوتا ہے، البتہ یہ ساری چیزیں خاص اوقات میں ہوتی ہیں، عام دنوں میں برکت کی خاطر ان جگہوں کا سفر کرنا یا زیارت کیلئے جانا بدعت ہے۔

❁❁❁

بحث وتحقیق (قسط1)

امام بخاری رحمہ اللہ اور صحیح بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ

کفایت اللہ سنابلی

تبلیغی نصاب والوں نے اپنے تبلیغی نصاب کو جن خرافات اور موضوع ومن گھڑت روایات وقصے وکہانیوں سے بھرا ہے، ان کی نشاندہی اہل حدیث حضرات نے کردی تو یہ تبلیغیوں کی نظر میں اتنا بڑا گناہ ہوگیا کہ وہ اہل حدیث کو ملکہ وکٹوریہ کے نام لیوا بتلانے لگے حالانکہ سچائی یہ ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کی غلامی اور وفاداری میں ان کے بزرگوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ اگر حقائق سے پردہ اٹھایا جائے تو بات بہت لمبی ہوجائے گی اس لئے ہم سردست صحیح بخاری اور امام بخاری پر ان کے اعتراضات کا جائزہ پیش کریں گے۔

اس تعلق سے دیوبندی تبلیغی معترض نے اپنی تحریر کا عنوان دیا ہے:

فرقہ اہل حدیث کے صفوں میں زلزلہ

یہ عنوان پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ ان کے خلاف لکھی گئی ارشد القادری کی کتاب زلزلہ سے ایوان تبلیغیت میں جو زلزلہ آیا ہے اس کے اثر سے اب تک یہ بلبلا رہے ہیں۔ ارشد القادری کو یہ لوگ جواب نہیں دے پائے اس لئے دوسروں کے خلاف اوٹ پٹانگ باتیں کرکے اسے زلزلہ سے تعبیر کرکے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی طرح دوسرے بھی لاجواب ہی رہے ہیں۔ بہرحال اعتراضات کے جوابات ملاحظہ ہوں:

صحیح بخاری کے راویوں پر اعتراضات کا جواب

اعتراض: امام بخاریؒ عطاء الخراسانی کو خود ضعیف کہتے ہیں۔(ضعفا صغیر ص ۲۷۳)

مگر اسی ضعیف راوی سے حدیث بھی لی ہے۔(بخاری ج ۲ ص ۷۳۲)

جواب: امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں جس عطاء سے روایت لی ہے اس کے نام کے ساتھ صحیح بخاری میں الخراسانی موجود نہیں ہے۔ اس لئے معترض کا اسے الخراسانی بتلانا غلط ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ نے جس عطاء سے روایت لی ہے وہ عطاء بن ابی رباح ہیں جو کتب ستہ کے مشہور ثقہ راوی ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں یہ وضاحت کررکھی ہے دیکھئے:(فتح الباری لابن حجر: 8/ 668)۔

واضح رہے کہ عطاء بن ابی رباح مشہور ثقہ راوی ہیں ان سے کتب ستہ کے ہر مصنف نے روایت لی ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب مسانید کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی ان سے روایت لی ہے۔(جامع المسانید للخوارزمی: 1/ 96)

اعتراض: امام بخاری مقسم کو ضعیف فرماتے ہیں اور اسی

ضعیف راوی سے صحیح بخاری میں حدیث بھی لی ہے ۔(میزان الاعتدال ج ۴ ص ۱۷۶)

جواب: یہ سراسر جھوٹ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ مقسم کو ضعیف فرماتے ہیں۔ میزان میں بھی ایسی کوئی بات نہیں لکھی ہے۔ البتہ امام بخاری نے مقسم کی ایک روایت میں انقطاع بتانے کے لئے اس کا تذکرہ ضعفاء میں کیا ہے وہاں مقسم پر کوئی جرح نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی یہ وضاحت کر رکھی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ضعفاء میں مقسم پر کوئی جرح نہیں کی ہے دیکھئے :(تہذیب التہذیب لابن حجر، ط الہند: 289 /10)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں بعض صحابہ کا تذکرہ بھی یہ بتانے کے لئے کیا ہے کہ ان کی طرف منسوب فلاں فلاں روایت کی سند ضعیف ہے۔ تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ایسے صحابہ کو بھی ضعیف کہا ہے؟؟؟ معاذ اللہ۔

یاد رہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے صرف اور صرف ایک حدیث لی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ سمیت سنن اربعہ کے مصنفین امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت لی ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب مسانید کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی ان سے روایت لی ہے۔ (جامع المسانید للخوارزمی: 146 /2)

احناف نے مقسم کی بیان کردہ کئی احادیث کو اپنی دلیل بنایا ہے مثلا دیکھئے: حدیث اور اہل حدیث ص 403۔ ایضا ص: 582 ایضا ص 635۔

اعتراض: امام بخاری نے ایوب بن عایز کو ارجاء کی وجہ سے ضعیف فرمایا اور صحیح بخاری میں ان سے حدیث بھی لی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۸۹)

جواب: امام بخاری رحمہ اللہ نے ایوب بن عائز کو ضعیف ہرگز نہیں کہا ہے میزان میں بھی ایسی کوئی بات نہیں لکھی ہے، معترض نے جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ سچ تو یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں ارجاء سے متصف کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو صدوق کہہ کر ان کی توثیق بھی کی ہے دیکھئے (الضعفاء للبخاری ص: 27)

اور کسی کو ارجاء سے متصف کرنا اس کی تضعیف نہیں ہے دیوبندی حضرات کے مولانا سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

اصول حدیث کی رو سے ثقہ راوی کا خارجی یا جہمی، معتزلی یا مرجئی وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر قطعا اثر انداز نہیں ہوتا اور صحیحین میں ایسے راوی بکثرت موجود ہیں (احسن الکلام ج 1 ص 31)

معنوی طور پر کچھ ایسی ہی بات امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے دیکھئے: (میزان الاعتدال للذہبی ت البجاوی: 99 /4)

اس وضاحت کے ساتھ یہ بھی معلوم رہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف اور صرف ایک جگہ ان کی حدیث لی ہے لیکن اس حدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ نے شعبہ رقم (1724) اور سفیان رقم (1559) سے ان کی متابعت بھی ذکر کی ہے۔

واضح رہے کہ امام مسلم، امام نسائی اور امام ترمذی نے بھی ان سے حدیث لی ہے۔

اور احناف نے اس راوی کی بیان کردہ روایت کو دلیل بنایا ہے دیکھئے: حدیث اور اہل حدیث ص 180۔

اعتراض: امام بخاری ابی العباس الانصاری کو ضعیف بھی فرماتے ہیں اور ان سے حدیث بھی لی۔ (تہذیب ج ۱ ص ۱۸۶)

جواب: یہ بھی سراسر جھوٹ ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے کہیں بھی ابی العباس کو ضعیف نہیں کہا ہے اور نہ ہی تہذیب میں

ایسا کچھ لکھا ہے۔ البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں لیس بالقوی کہا ہے لیکن یہ تضعیف کا جملہ نہیں ہے بلکہ اس سے صرف ثقاہت میں درجہ کاملہ کی نفی ہوتی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ (ص 634 تا 635)۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسی راوی کے بارے میں کہا: حسن الحدیث یعنی یہ حسن الحدیث راوی ہے۔ (میزان الاعتدال للذہبی ت البجاوی: 78/ 1)

اور صحیح بخاری میں اس کی جو روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے لی ہے اس کی متابعت اور اس کے تاریخی شواہد موجود ہیں جو اس کی روایت کو مزید تقویت دیتے ہیں اس لئے بخاری میں درج اس کی یہ روایت صحت کے درجہ پر ہے۔

واضح رہے کہ امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے بھی اس سے حدیث لی ہے۔ اور امام ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ (سنن الترمذی ت بشار 119/ 4)

اعتراض: امام بخاری نے عوف اعرابی سے بخاری میں روایت لی ہے جو قدری۔ رافضی شیطان تھا۔ (تہذیب ج ۸ ص ۱۶۷)

جواب: اولا: اس راوی سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے نہیں بلکہ کتب ستہ کے ہر مصنف نے یعنی امام بخاری رحمہ اللہ سمیت امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے۔ پھر الزام صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی پر کیوں؟

ثانیا: ان کا قدری یا شیعی ہونا ان کے ثقہ ہونے کے منافی نہیں ہے جیسا کہ ماقبل میں دیوبندیوں کے مولانا سرفراز صاحب کا اعتراف پیش کیا جا چکا ہے۔

ثالثا: ان کو رافضی اور شیطان کسی نے نہیں کہا ہے۔ تہذیب میں یہ قول بے سند مذکور ہے اس لئے غیر مقبول ہے۔ بالفرض کسی نے انہیں شیطان کہہ دیا تو ضروری نہیں ہے کہ ان کی بات صحیح ہو۔ بعض ائمہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بھی شیطان کہا ہے مثلا امام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كان أبو حنيفة شيطانا استقبل آثار رسول الله صلى الله عليه وسلم يردها برأيه

ابوحنیفہ شیطان تھا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو لیکر انہیں اپنی رائے سے رد کر دیا کرتا تھا (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: 239/ 8 واسنادہ صحیح)

بلکہ محمد بن مسلمہ نے تو امام ابوحنیفہ کے بارے میں کہا:

هو دجال من الدجاجلة

یہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے (الضعفاء الصغیر للبخاری ت أبی العینین ص: 132 واسنادہ مقبول)

تو کیا ان اقوال کی بنا پر امام ابوحنیفہ کو شیطان اور دجال کہنا شروع کر دیا جائے؟

رابعا: امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام ابویوسف نے بھی ان سے روایت لی ہے۔ (الخراج لابی یوسف ص: 143)

اعتراض: امام بخاری نے حریز بن عثمان سے حدیث لی ہے جو صبح و شام حضرت علیؓ پر ستر بار لعنت کرتا تھا نعوذ باللہ۔ (تہذیب ج ۲ ص ۲۴۰)

جواب: اولا: اس راوی سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے نہیں بلکہ سنن اربعہ کے مصنفین امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت لی ہے۔ پھر الزام صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی پر کیوں؟

ثانیا: علی رضی اللہ عنہ پر ستر بار لعنت کرنا ان سے ثابت نہیں ہے۔تہذیب میں یہ بات بے سند مذکور ہے لہذا غیر مقبول ہے۔

امام أبو حاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی 277) کہتے ہیں:

ولم يصح عندي مايقال في رأيه

اس کی رائے کے بارے میں جو کہا جاتا ہے میرے نزدیک ثابت نہیں ہے۔(الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم، ت المعلمی: 3/ 289)

یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تھے اور شہادت عثمان رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد جو لڑائیاں ہوئیں انہیں لیکر یہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ بولتے تھے لیکن اس سے بھی بعد میں رجوع کرلیا تھا جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے خود یہ رجوع نقل کیا ہے دیکھئے :(التاریخ الکبیر للبخاری: 103 /3، الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: 390 /3 واسنادہ صحیح)

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ان سے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا:

رحمه الله مائة مرة

یعنی علی رضی اللہ عنہ پر اللہ کی سیکڑوں رحمتیں نازل ہوں (ضعفاء العقیلی (دار التاصیل) 561 /1 واسنادہ صحیح)

معلوم ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجنا ان سے ثابت نہیں اور جو تھوڑی بہت بات منقول ہے اس سے بھی انہوں نے رجوع کرلیا تھا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وإنما أخرج له البخاري لقول أبي اليمان أنه رجع عن النصب

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی روایت اس لئے لی ہے کیونکہ ابوالیمان نے بیان کیا کہ انہوں نے نصب سے رجوع کرلیا تھا(تہذیب التہذیب لابن حجر، ط الہند: 240 /2)

ثالثا: امام ابوحنیفہ کے دونوں شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد نے ان سے روایت لی ہے۔دیکھئے:(الخراج لأبي یوسف ص:109، موطأ محمد بن الحسن الشیبانی: ص:38)

اعتراض: امام بخاری نے جریر بن عبدالحمید سے روایت لی جو حضرت معاویہؓ کو گالیاں بکتا تھا۔(تہذیب ج ۲ ص ۷۷)

جواب: اولا: اس راوی سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے نہیں بلکہ کتب ستہ کے ہر مصنف نے یعنی امام بخاری رحمہ اللہ سمیت امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے۔پھر الزام صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی پر کیوں؟

ثانیا: تہذیب میں یہ بات بے سند ہے اس لئے غیر مقبول ہے۔

ثالثا: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب مسانید کے مطابق یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شاگرد ہے اور احناف اس کے واسطے ابوحنیفہ کی مسانید روایت کرتے ہیں دیکھئے:(جامع المسانید للخوارزمی: 28 /1)

اعتراض: امام بخاری نے عباد بن یعقوب سے حدیث لی جو حضرت عثمانؓ کو گالیاں بکتا تھا۔(تہذیب ج ۵ ص ۱۰۹)

جواب: اولا: اس راوی سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے نہیں بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ سمیت امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے۔پھر الزام صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی پر کیوں؟

ثانیا: تہذیب میں یہ بات بے سند منقول ہے اس لئے غیر

مقبول ہے۔

ثالثا: امام بخاری رحمہ اللہ نے عباد بن یعقوب کی روایت مقروناً لی ہے یعنی اس کی بیان کردہ روایت کی دوسری صحیح سند بھی پیش کردی ہے دیکھئے :(صحیح البخاری رقم 7534)

رابعا: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب مسانید کے مطابق عباد بن یعقوب امام ابوحنیفہ کے شاگرد کا شاگرد ہے اور احناف اس کے واسطے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مسانید روایت کرتے ہیں دیکھئے: (جامع المسانید للخوارزمی: 28 /1)

خامسا: دیوبندیوں نے عباد بن یعقوب کی بیان کردہ حدیث کو اپنی دلیل بنایا ہے دیکھئے: حدیث اور اہل حدیث ص 579۔

اعتراض: امام بخاری نے عبدالملک بن اعین رافضی سے حدیث لی ہے۔ (تہذیب ج۶ ص۳۸۶)

جواب: اولا: اس راوی سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے نہیں بلکہ کتب ستہ کے ہر مصنف نے یعنی امام بخاری رحمہ اللہ سمیت امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے۔ پھر الزام صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی پر کیوں؟

ثانیا: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے انہیں صدوق شیعی کہا ہے (تقریب التہذیب لابن حجر: رقم 4164)

یعنی ان کے رفض سے مراد ان کی اندر اہل کوفہ والی شیعیت ہے اور ایسے اوصاف والے راویوں کے بارے میں ماقبل میں دیوبندیوں کے مولانا سرفراز صاحب کا یہ اعتراف پیش کیا جاچکا ہے کہ اس سے راوی کی ثقاہت قطعا اثر انداز نہیں ہوتی۔

ثالثا: امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں ان سے صرف ایک روایت لی ہے اور وہاں پر بھی دوسرے ثقہ راوی جامع بن أبی راشد سے ان کی متابعت پیش کردی ہے۔ دیکھئے :(صحیح البخاری رقم 7445)

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب مسانید کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی جامع بن أبی راشد سے روایت لی ہے۔ (جامع المسانید للخوارزمی: 220 /1)

اعتراض: امام بخاری نے محمد بن حازم سے حدیث لی جو کہ مرجیہ تھا۔ (تہذیب ج۹ ص۱۳۹)

جواب: اولا: اس راوی سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے نہیں بلکہ کتب ستہ کے ہر مصنف نے یعنی امام بخاری رحمہ اللہ سمیت امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے۔ پھر الزام صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی پر کیوں؟

ثانیا: مرجیہ ہونے سے کوئی راوی ضعیف نہیں ہوجاتا دیوبندی حضرات کے مولانا سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

اصول حدیث کی رو سے ثقہ راوی کا خارجی یا جہمی، معتزلی یا مرجئی وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر قطعا اثر انداز نہیں ہوتا اور صحیحین میں ایسے راوی بکثرت موجود ہیں (احسن الکلام ج1 ص31)

معنوی طور پر کچھ ایسی ہی بات امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے دیکھئے: (میزان الاعتدال للذہبی ت البجاوی: 99 /4)

ثالثا: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب مسانید کے مطابق یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شاگرد ہے اور احناف اس کے واسطے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مسانید روایت کرتے ہیں دیکھئے: (جامع المسانید للخوارزمی: 203 /1)۔ **(جاری)**

◆◆◆

اصول دین

اہل سنت والجماعت کا منہجِ اختلاف

تحریر : فضیلۃ الشیخ عدنان محمد العرعور　　　ترجمانی : سرفراز فیضی

اختلاف کے بہت سارے اقسام ہیں۔ اور ہر قسم کا حکم اور اس کے ساتھ ہمارے تعامل کی صورتیں مختلف ہیں۔

اختلاف کی پہلی قسم

۱: خلاف الترف

تعریف: خلاف الترف سے مراد وہ اختلافات ہیں۔

۱: جن کا تعلق عقیدہ وعمل سے نہ ہو۔

۲: نہ ان سے کسی قسم کا نفع یا نقصان جڑا ہوا ہو۔

۳: نہ ہی ان سے کسی نص کا انکار یا مخالفت لازم آتی ہو۔

مثلا: اصحاب کہف کی تعداد کتنی تھی؟ وہ کس شہر کے رہنے والے تھے؟ کس غار میں انہوں نے پناہ لی تھی؟ وہ کون سا پیڑ ہے جس کا پھل حضرت آدم علیہ السلام نے کھایا تھا؟ وہ کون سی جنت ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام کو نکالا گیا تھا؟ وغیرہ وغیرہ

قاعدہ اور حکم: طالب علم کے لیے اس قسم کے بحثوں میں پڑنا شرعا تو جائز ہے لیکن ان کے پیچھے وقت کا بہت زیادہ ضیاع مناسب نہیں۔ خاص طور پر اس لیے بھی کہ کہیں ان کی دیکھا دیکھی عوام بھی ان بحثوں میں نہ الجھ جائیں۔

عوام کو۔۔۔خواہ مہذب ہوں پھر بھی۔۔۔۔اس قسم کی بحثوں سے اجتناب برتنے کی تلقین کی جانی چاہیے۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی نہ مانے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے (یعنی احتراز کی تلقین میں بھی سختی نہیں برتنی چاہیے)

اختلاف کی دوسری قسم

۲: خلاف التنوّع

خلاف التنوّع سے ہماری مراد وہ مسائل ہیں جن میں ایک سے زائد صورتیں جائز ہوں۔ جیسے قراءات کا اختلاف، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلی پڑھی جانی والی دعاؤں کے بارے میں اختلاف، اس بات میں اختلاف کہ استطاعت کے بعد نکاح اور حج میں سے کسے ترجیح دی جائے؟ وغیرہ

حکم اور قاعدہ : اس قسم کے اختلافات کو لڑائی جھگڑے کی بنیاد بنانا صحیح نہیں، ایسے معاملات میں ہر مسلمان کو اجازت ہے کہ مصلحت کے مطابق جو موقف اسے مناسب لگے اختیار کر لے۔

اختلاف کی تیسری قسم

۳: الخلاف المعتبر أو خلاف الفهم والاجتهاد

(معتبر اختلاف یا فہم واجتہاد کا اختلاف)

تعریف: وہ اختلاف جو ان اشخاص کی طرف سے ہو جن کے اندر مندرجہ ذیل تین صفات پائی جاتی ہوں۔

۱: **اجتہاد کی اہلیت:** یعنی اختلاف کرنے والے افراد مجتہد ہوں اور ان میں اجتہاد کے وہ سارے شرائط پائے جاتے ہوں جن پر اہل سنت والجماعت میں اتّفاق ہے۔

۲: **اصول کی صحت:** یعنی اصول دین، اصول عقیدہ، اور اصول فقہ واستنباط میں وہ اہل سنت والجماعت کے منہج پر ہوں۔

۳: **حکم کی بنیاد معتبر ہو:** یعنی جو فتویٰ یا حکم اس مجتہد نے صادر کیا ہے اس کی بنیاد ان مصادر پر ہو جن پر اہل سنت والجماعت اعتبار کرتے ہیں۔ یعنی قرآن، سنت اور اجماع، لہذا مجتہد اجماع کی مخالفت نہ کر رہا ہو، نہ کسی ایسی نص کی مخالفت کر رہا ہو جس کا معنی ومفہوم اس طرح متفق علیہ ہے کہ اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں۔ اور اس کا اجتہاد فقہ کے معتبر اصولوں پر مبنی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کا یہ فتویٰ محض مصلحت کی بنا پر یا بہتر نتائج کی امید پر دیا گیا ہو یا فتوی سے محض کسی دینی پابندی سے چھٹکارا حاصل کرنا مقصود ہو، یا فتویٰ محض سہولت پیدا کرنے یا مشقت سے بچنے کے لیے دیا گیا ہو۔ یا اسی طرح کی دوسری وجوہات۔

مثال: جیسے بنی قریظہ میں عصر کی نماز پڑھنے کے حکم کے متعلق صحابہ کا اختلاف، جہری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی قرات کے بارے میں علماء کا اختلاف، عورت کے چہرہ کے پردہ کے واجب ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف وغیرہ

قاعدہ: ایسے اختلاف کے بارے میں ہمارا اصول ہے **نبین ولا نضلل، نصحح ولا نجرح**، یعنی ہم صحیح بات کی وضاحت کریں گے لیکن گمراہی کا حکم نہیں لگائیں گے۔ اور ہم تصحیح کریں گے لیکن جرح نہیں کریں گے۔ یعنی ہر فریق، فریق مخالف کی خطا کو تو واضح کرنے کی کوشش کرے گا لیکن فریق ثانی کو اپنے موقف کے اختیار کرنے سے منع کرنے کا حق کسی کو نہیں، کیونکہ منع منکر کام سے جاتا ہے۔ اور سلف کا مذہب یہی رہا ہے کہ جس مجتہد میں مذکورہ شرائط موجود ہوں اس کو اپنے موقف کے اختیار کرنے سے روکا نہیں جاسکتا۔

اس قسم کے اختلاف میں ہر فریق، فریق ثانی کو معذور سمجھے گا۔ گرچہ اختلاف کا تعلق عقیدہ سے ہی کیوں نہ ہو۔ (عقیدہ میں اختلاف سے مراد جب اختلاف کا تعلق اصول عقیدہ یا ضروریات دین سے نہ ہو، بلکہ اختلاف عقیدہ کے فروعی مسائل میں واقع ہوا ہو، جیسے یہ اختلاف کہ اللہ نے پہلے عرش کو پیدا کیا یا قلم کو؟ یا اسی قسم کے اختلافات جن سے کسی فریق کا کافر یا فاسق ہوجانا لازم نہیں آتا۔)

اس قسم کا اختلاف اس وقت تک جائز اختلافات کی قسم میں شمار کیا جائے گا جب تک مختلف فیہ مسئلہ میں واضح نص نہ مل جائے، ایسی نص جس سے مسئلہ پوری طرح واضح ہوجائے۔

ایسے اختلافات میں کسی فریق کا اپنی رائے ترک کردینے میں بھی کوئی حرج نہیں، اپنے سے زیادہ علم یا فضیلت رکھنے والے کے اجتہاد پر اعتبار کرتے ہوئے، یا مسلمانوں کے اتحاد اور مصلحت کے پیش نظر یا تالیف قلوب کے لیے یا کسی بڑے فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے۔

موقف: طالب علم کو چاہیے کہ وہ اس قسم کے اختلافات میں دلائل کی قوت کو دیکھ کر فیصلہ کرے اور جس کی دلیل قوی معلوم ہو اس کے موقف کو ترجیح دے۔

اور عامی جو دلائل کی قوت جانچنے سے محروم ہے اس کو چاہیے کہ اس قسم کے اختلاف کی صورت میں وہ دو فتووں میں سے اس فتویٰ کی پیروی کرے جس پر اس کا دل مطمئن ہو۔ دل کا یہ اطمینان مختلف اسباب کی بنا پر ہوسکتا ہے۔ جیسے دو علماء کے درمیان اختلاف کی صورت میں

- اس عالم کی بات مان لے جو زیادہ علم والا ہے، یا

● اس عالم کی بات مان لے جو زیادہ متقی ہے، یا
● وہ عمل اختیار کرلے جس میں زیادہ احتیاط ہے، یا
● اس موقف کی اتباع کرے جس پر زیادہ علماء نے فتویٰ دیا ہو، یا
● اس عالم کی بات مان لے جو اس مسئلہ میں متخصص ہو۔

ان میں سے جس صورت میں بھی عامی کا دل مطمئن ہوجائے اس کے لیے اس کا اختیار کرلینا جائز ہے۔

خلاف معتبر کی صورتیں

پہلی صورت: اہل سنت کا آپس میں کسی مسئلہ میں مختلف ہونا۔

جیسے تارک صلاۃ کے کافر ہونے کا مسئلہ، یا جنس عمل کے تارک کا مسئلہ (یعنی ایسا شخص جس نے شہادتین کے بعد کوئی ظاہری عمل نہ کیا ہو اس کی تکفیر کا مسئلہ) اسی طرح یہ مسئلہ کہ اللہ نے پہلے قلم کو پیدا کیا یا عرش کو؟ چہرے کے پردہ کے واجب یا مستحب ہونے کا مسئلہ، نیز اسی طرح کے دوسرے مسائل۔

وہ مسائل جن میں اہل سنت والجماعت آپس میں مختلف فیہ ہیں یا جن میں اہل سنت والجماعت کا پہلے سے اختلاف چلا آرہا ہو ان مسائل میں کسی فریق کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس اختلاف کو فرقہ بندی کی حد تک لے جائے اور ایسے مسائل کو انشقاق و افتراق کی بنیاد بنائے اور نہ ہی کسی فریق کو یہ حق حاصل ہے کہ فریق مخالف کو اس کا موقف ترک کرنے پر مجبور کرے۔ یا اس پر بالجبر اپنا موقف تھوپنے کی کوشش کرے۔

ایسا شخص ناحق ظلم کرنے والا کہلائے گا جو اس قسم کے مسائل میں تشدد برتے، یا ان کو آپسی دشمنی کی بنیاد بنائے، یا ان مسائل کو لے کر گروہ بندی کرے۔ جیسے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ تارک صلاۃ کو کافر نہ ماننے والا مرجی ہے یا تارک صلاۃ کو کافر ماننے والا خارجی ہے۔ وغیرہ وغیرہ

دوسری صورت: تاصیل اور تمثیل

جب مجتہدین یا مسلمان اصول وقواعد میں تو ایک دوسرے سے متفق ہوں لیکن ان قواعد کی تطبیق، یا اصولوں کی تفریع یا صورت حال پر ان کے انطباق (application) کے بارے میں اختلاف ہوجائے تو کسی ایک فریق کے لیے دوسرے فریق کو اپنے موقف کے اختیار کرنے سے روکنا بھی جائز نہیں کجا یہ کہ فریق ثانی کو طعن وتشنیع کا ہدف بنانا جائز ہو۔

وضاحت: جیسے مجتہدین تکفیر کے قواعد پر تو متفق ہوں لیکن کسی مخصوص فرد کی تکفیر کے بارے میں اختلاف ہوجائے، اسی طرح بدعت کے مفہوم پر تو مجتہدین کا اتفاق ہو لیکن کسی ایک عمل کے بدعت یا سنت ہونے کے بارے میں مجتہدین میں اختلاف ہوجائے۔ اس قسم کے اختلافات کو لڑائی جھگڑے کی بنیاد بنانا بھی جائز نہیں تو ان کی بنا پر فرقہ بندی کیسے جائز ہوسکتی ہے۔ اس قسم کے اختلاف میں بھی وہی قاعدہ نافذ ہوگا جو ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں یعنی **نصحح ولا نجرح، نبین ولا نضلل** (ہم تصحیح کریں گے جرح نہیں، ہم وضاحت کریں گے گمراہی کا حکم نہیں لگائیں گے۔)

تیسری صورت: شخصیات کے بارے میں اختلاف

جب اختلاف کرنے والے مجتہدین کے اصول صحیح ہوں، ان کا منہج بھی ایک ہی ہو تو محض کسی شخصیت کے بارے میں ان کے درمیان ہوجانے والے اختلاف کی وجہ سے کسی ایک فریق کو مطعون نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ ہی اس قسم کے اختلاف کو بڑھاوا دے کر اسے محبّت اور نفرت کا معیار بنایا جاسکتا ہے، اس قسم کے اختلافات میں

ولاءاور براء کے آداب وقواعد بھی لاگونہیں ہوتے ۔نہ ان اختلافات کو لے کرلوگوں میں تفرقہ ڈالنااور گروہ بندی کرنا جائز ہوگا۔اس قسم کے مسائل جہاں اجتہاد کی بنیاد پر اختلاف کرنے کی گنجائش موجود ہو وہاں کسی ایک فریق کے لیےقطعاجائز نہیں کہ وہ دوسرے فریق کوگمراہ قرار دے ۔ یا اس کے موقف کی وجہ سے اس سے علیحدگی اختیار کرلے۔اشخاص کے بارے میں اس طرح کا اختلاف اختلاف معتبر میں سے ہے۔اشخاص کے بارے میں اختلاف کا ذکر میں نے بالخصوص اس لیے کیا کہ ہمارے زمانہ میں یہ اختلاف بہت سارے فتنوں کا سبب ہے۔اجتہاد کے ایسے مقامات میں اختلاف ہوجانا ایک فطری عمل ہے۔لہذا کوئی فریق اگرایسے مقامات پرفریق مخالف پر جرح کرے، یا اس کو اپنی تصنیفات کا موضوع بنائے تو وہ فرقہ پرست اور گمراہ قرار دیا جائے گا۔

اسی قسم کے اختلاف کی ایک صورت کسی شخصیت پر جرح اور تعدیل میں علماء کا اختلاف ہے۔جیسا کہ بعض افراد کی تکفیر کے بارے میں ہمارے اسلاف میں شدید اختلاف ہے ۔بعض اشخاص کے بدعتی اور مجروح ہونے کے بارے میں شدیداختلاف ہے۔مثلاحجاج بن یوسف کے کافر اور زندیق ہونے کے بارے میں اسلاف کا اختلاف ہے۔اسی طرح جنید بغدادی،ابراہیم بن ادہم اور عبدالقادر جیلانی وغیرہ کے بدعتی اور فاسق ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بلکہ بعض افراد کے متعلق یہ اختلاف تک موجود ہے کہ وہ صحابی تھے یا منافق؟ اتنے شدید اختلافات ہونے کے باوجود اسلاف نے ان بنیادوں پر جھگڑے نہیں کیے اور نہ ان اختلافات کی بنا پر الگ فرقے بنائے۔نہ ان اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے پر جرح کی،نہ دوسرے پر اپنے قول کو اختیار کرنا لازم قرار دیا۔ نہ دوسرے کو ان سے براءت کا اظہار کرنے کی دعوت دی۔لہذا کسی ایک عالم کے قول کو دوسرے عالم کے خلاف حجت نہیں بنایا جاسکتا۔اور نہ ہی اس قسم کے اختلاف میں کسی ایک عالم کے یا علماء کے قول کو دلیل بنایا جاسکتا ہے جب تک سارے ہی علماء کسی مسئلہ میں متفق نہ ہوجائیں۔

سعید بن جبیراوران کے ساتھیوں نے جب حجاج بن یوسف کی تکفیر کی تو انہوں نے حسن بصری سے مطالبہ نہیں کیا کہ وہ بھی حجاج سے براءت کا اعلان کریں۔نہ ہی لوگوں میں یہ اعلان کیا کہ جوحجاج سے براءت نہیں کرے گا وہ بدعتی ہے۔اور نہ ہی سعید بن جبیر نے حسن بصری کی تکفیر کی۔ اس طرح کے اختلافات ولاء اور براء والے اختلافات نہیں ہیں۔جیسا کہ بعض نوآموزوں نے اس کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔جو شخص بھی اس منہج کی مخالفت کرے گا وہ اسلام میں فرقہ بندی اور اختلاف کو فروغ دینے والا بنے گا۔اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ کا سبب بنے گا۔لہذا ایسے لوگوں کو خبردار ہوجانا چاہیے۔اور ہدایت کے راستہ کی پیروی کرنی چاہیے۔

جب معانی کے بارے میں ہمارا اتفاق ہوتو شخصیات کے بارے میں اختلاف ہوجانا کوئی حرج کی بات نہیں۔اور اشخاص کے بارے میں اختلاف ہوجانے سے آپسی تعلقات،اتحاد کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔لیکن یہ ہمارے زمانہ کا بہت بڑا فتنہ ہے کہ دلیل اور اصولوں کے بجائے اشخاص کو قبول ورد اور ولایت و براءت کی بنیاد بنالیا گیا ہے۔دلیل کے بجائے اشخاص کے لیے تعصب برتا جارہا ہے۔ان کو نفرت اور محبت کا معیار سمجھ لیا گیا ہے جیسے کہ اسلام نے اشخاص ہی کو نفرت اور محبت کا معیار بنایا ہو۔ **نعوذ باللہ من فقہ الصبیان** (جاری)۔

☆☆☆

[۸]

استقامت: فضائل اور رکاوٹیں

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

۱۶- دین کا علم اور اس کی سمجھ:

اسی طرح استقامت کی ایک فضیلت علم شرعی، تفقہ فی الدین اور علم وبصیرت کی روشنی میں عبادت کی جستجو بھی ہے، اور یہ واقعی اور مشاہدہ کی چیز ہے کہ انسان جوں ہی اللہ کے دین اور اوامر الٰہی کا پابند ہوتا ہے طلب علم اور حلال وحرام کی معرفت شروع کر دیتا ہے، اور اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کرنے لگتا ہے، اس کی عبادت میں حسن آ جاتا ہے، وہ شرعی احکام، واجبات اور ان باہمی حقوق کو جاننے لگتا ہے جنہیں بہت سے لوگ رسم ورواج سمجھتے ہیں، جیسے والدین اور بچوں کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، علماء اور اولیاء الامور (حاکموں) کے حقوق، اور تمام مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے حقوق۔

اللہ کی قسم! بعض لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ استقامت وہدایت کی توفیق عطا کر دیتا ہے، اپنے بارے میں کہتے ہیں: اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ میں کیسے وضو کرتا تھا؟ کیسے نماز پڑھتا تھا؟ کیسے روزہ رکھتا تھا؟ یا کیسے حج یا عمرہ کرتا تھا؟ وغیرہ۔ جیسے عام لوگ کرتے ہیں، ویسے ہی ہم بھی کیا کرتے تھے!! ہمیں شرعی احکام کی معلومات نہ تھی، اور نہ ہم جاننا ہی چاہتے تھے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{ يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ } [المجادلۃ:۱۱]۔

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور علماء کے درجات بلند فرماتا ہے۔

اور یہ درجات دنیا وآخرت دونوں میں ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين" (متفق علیہ)۔

اللہ جس کا بھلا چاہتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

اور یہ بھلائی دنیا وآخرت دونوں میں ہوتی ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من سلك طريقاً يلتمس فيه علماً سهل الله له به طريقاً إلى الجنة" (اسے امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے)۔

جو علم کی تلاش میں کوئی راستہ چلتا ہے، اللہ اُس کے ذریعہ اس کے لئے جنت کا ایک راستہ آسان کر دیتا ہے۔

لہٰذا جو بھی حصول علم کے لئے کوئی راستہ چلے گا خواہ کوئی کتاب پڑھ کر، یا کسی تقریر میں شرکت کر کے، یا کسی مسجد یا مدرسہ جا کر، یا کوئی کیسیٹ سن کر، یا اور کسی ذریعہ سے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دے گا، چاہے وہ علماء یا طلبہ میں سے نہ بھی ہو۔

اسی لئے اہل استقامت بہت معمولی مدت میں وہ علوم و

فنون حاصل کر لیتے ہیں، جسے دوسرے لوگ ایک لمبے عرصہ میں بھی حاصل نہیں کر پاتے ، یہ اللہ عزوجل کا فضل وکرم اور پھر استقامت کی برکت ہے، کیونکہ استقامت بصیرت اور علم و ادراک کا نور ہے، برخلاف ان کے علاوہ عوام الناس کے جن پر گناہوں کا غلبہ ہوگیا ہے، جس نے اُنہیں بہت سے انوار، اللہ کے دین کی معرفت، نصوص کے فہم اور معانی کے ادراک سے اوٹ میں کر دیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ} [المطففین: ۱۴]۔

ہرگز نہیں! بلکہ ان کے کرتوت نے ان کے دلوں پر زنگ لگا دیا ہے۔

نیز ارشاد باری ہے:

{وَاتَّقُواْ اللّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّهُ وَاللّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ}[البقرۃ: ۲۸۲]۔

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اور اللہ عزوجل تمہیں تعلیم دے گا، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

نیز ارشاد باری ہے:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِن تَتَّقُواْ اللّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَاناً وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ}[الانفال:۲۹]۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا، اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا، اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

چنانچہ مومن اللہ کے دین پر استقامت کے ذریعہ جتنا زیادہ تقویٰ کا تحقق کرے گا، اتنا ہی اللہ تعالیٰ اسے علم عطا فرمائے گا، اس کی فکر کو جلا دے گا اور اسے ایسا فرقان عطا فرمائے گا جس کے ذریعہ حق و باطل اور نفع بخش وضرررساں کے درمیان فرق وامتیاز ہو جائے گا، برخلاف اس شخص کے جو گناہ وحرام کاریوں میں ڈوبا ہوا ہو، کہ اس کا دل حق کی معرفت اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں آگاہی سے محروم ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''ایک سچا مومن جب اللہ کی شریعت کے مطابق اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ بہت جلد اس پر ہدایت کی کرنیں روشن کر دیتا ہے''۔

چنانچہ مضبوط ایمان ادراک کو مضبوط کرتا ہے، مزاج وطبیعت کو جلا دیتا ہے، علم کو بڑھاتا ہے اور اوقات اور عمروں میں برکت لاتا ہے، اور یہ چیز الحمدللہ واقع اور مشاہدہ میں ہے۔

کتنے لوگ ایسے ہیں جنہیں استقامت سے پہلے قرآن و احادیث کی کوئی سمجھ نہ تھی، بلکہ اچھی طرح قرآن پڑھنا بھی نہ آتا تھا، نہ بغور خطبۂ جمعہ یا علماء کی باتیں یا دروس ولیکچر ہی سنتے تھے، لیکن استقامت اختیار کرتے ہی اچھی طرح قرآن کی تلاوت کرنے اور اسے سمجھنے لگے، کتابوں میں علماء کی باتیں، خطبے اور دروس ولیکچر سمجھنے لگے، مفید کتابیں رکھنے لگے، اُن کی عقلیں خوب تر اور مکمل، ان کی سوچ وفکر درست ہوگئی اور درستگی ہی سے لگاؤ ہوگیا۔

میں ایک بھائی کو جن کی عمر تیس سال ہے، جانتا ہوں، کہ استقامت سے پہلے اچھی طرح سورۂ فاتحہ بھی پڑھنا نہ جانتے

تھے، لیکن اپنی استقامت کے بعد صرف دو سال کی مدت میں انہوں نے سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران اور آخری پانچ پارے حفظ کر لئے۔

۱۷۔ وہ قرآن والے ہیں:

استقامت کی ایک فضیلت اللہ کی کتاب قرآن کریم کے حق کی ادائیگی بھی ہے، جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دستور اور اس امت کی عزت وشراف کا باعث بنایا ہے۔

اور یہ واقعی اور مشاہد امر ہے کہ اہل استقامت کے علاوہ آپ کو ایسے لوگ کم ہی ملیں گے جو قراءت وتلاوت، حفظ وتدبر اور دیگر طریقوں سے اللہ کی کتاب کا اہتمام کریں۔ بہت سے تو ایسے ہیں جو صرف رمضان ہی میں قرآن کریم کو پڑھتے اور اس سے آشنائی رکھتے ہیں۔

لیکن اہل استقامت لوگوں میں سب سے زیادہ اس کتاب سے سعادتمند، اور اس کتاب عظیم سے لوگوں میں سب سے زیادہ قریب ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"**خیر کم من تعلم القرآن وعلمه**" (متفق علیہ)۔

تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

نیز ارشاد نبوی ہے:

"**إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواما ويضع به آخرين**"۔ (اسے امام مسلم نے بروایت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے)۔

اللہ اس کتاب (قرآن کریم) کے ذریعہ کچھ لوگوں کو بلند، کچھ دوسروں کو پست کرتا ہے۔

نیز ارشاد نبوی ہے:

"**اقرأوا القرآن فإنه يأتي يوم القيامة شفيعاً لأصحابه**" (اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے)۔

قرآن پڑھا کرو، کیونکہ قیامت کے روز وہ اپنے (پڑھنے) والوں کی سفارش کے لئے آئے گا۔

اور قرآن والے صرف وہی نہیں ہیں جو اسے حفظ کرتے ہیں، بلکہ جو بھی اسے پڑھتے ہیں، اس میں غور وتدبر کرتے ہیں، یا اس کی تعلیم دیتے ہیں یا اس کے علاوہ دیگر طریقوں سے اس کا اہتمام کرتے ہیں وہ سب قرآن والے ہیں، جو اللہ والے اور اس کے چہیتے ہیں، جیسا کہ صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"**إن لله تعالىٰ أهلين من الناس: أهل القرآن، هم أهل الله وخاصته**" (اسے امام احمد ونسائی نے روایت کیا ہے، صحیح الجامع: ۲۱۶۵)۔

بے شک لوگوں میں کچھ اللہ والے ہیں: اور وہ ہیں قرآن والے، جو اللہ والے اور اس کے چہیتے ہیں۔

۱۸۔ رسول ﷺ، ملائکہ اور نمازیوں کی دعاؤں کے مستحق:

اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

{فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ} [محمد:۱۹]۔

تو آپ جان لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں، اور مومن مردوں اور مومنہ عورتوں

کے حق میں بھی، اللہ تم لوگوں کے آمد ورفت کی اور رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔

یہ اللہ عزوجل کی طرف سے اس امت کے ثابت قدم مومنوں کے لئے بشارت ہے کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ جوان کے لئے استغفار کا حکم دیا ہے' اور ظاہر ہے کہ اُن کے حق میں نبی کریم ﷺ کی دعا مقبول ہے۔

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْماً فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۞ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدتَّهُم وَمَن صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۞ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَن تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ }[غافر:۷-۹]۔

عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ کرتے ہیں' اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تونے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے' لہٰذا تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور تو انہیں دوزخ کی راہ سے بھی بچا لے۔ اے ہمارے رب! تو انہیں ہمیشگی والی جنت میں داخل فرما جن کا تونے ان سے وعدہ کیا ہے' اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولاد میں سے ان لوگوں بھی جو نیکو کار ہیں' یقینا تو غالب اور باحکمت ہے۔ اور انہیں برائیوں سے بھی محفوظ رکھ، حق تو یہ ہے کہ اس دن تونے جسے برائیوں سے بچا لیا اس پر تونے رحمت کردی' اور وہ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔

چنانچہ اللہ کے معزز فرشتے توبہ کرکے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی پیروکار ہونے والے مومنوں کے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں' درحقیقت یہ اپنے ایمان پر ثابت قدم لوگ ہیں' جو ان کے اوصاف سے متصف نہیں ہیں ان مبارک دعاؤں کی حصولیابی میں ان کے شریک نہیں ہوسکتے۔

اسی طرح ہر نمازی بھی نیک کار اہل استقامت کے حق میں سلام وسلامتی کی دعا کرتا ہے۔

اس بارے میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں تشہد میں ''تحیات''، سکھاتے ہوئے بتلایا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے حدیث میں فرمایا ہے:

''من قال: السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين ، أصاب هذا السلام كل عبد صالح في السماوات والأرض''(متفق علیہ)۔

جو کہتا ہے ''ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو'' تو یہ سلام آسمانوں اور زمین میں ہر نیک بندے تک پہنچ جاتا ہے۔

اور اہل استقامت اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق انجام دینے والے صالح بندے ہیں' لہٰذا سلام اور تمام آفتوں سے سلامتی کی اس عظیم دعا کے مستحق وہی ہیں' ہم اللہ سے اس کے فضل کے خوستگار ہیں۔

* * *

خصوصی مضمون

یہ کلیسا اور کعبہ کی جنگ ہے

انصار زبیر الاعظمی۔ممبئی

عہد فاروقی میں قبلہ اول کی پنجۂ یہود سے آزادی کے بعد مسلمان اس میں برابر نماز ادا کرتے رہے، مسجد اقصی کا تقدس بحال رہا۔ ۲۳/شعبان ۴۹۲ھ مطابق ۱۵/جولائی ۱۰۹۹م صلیبی دوبارہ مسجد اقصی پر قابض ہوگئے، مسلمان قیدیوں سے مویشیوں کا کام لیا جاتا، ان کے ہاتھوں مسجدیں مسمار کرائی جاتیں، مسلمان قیدیوں کو ذبح کرکے ان کا گوشت پکا کر کھایا جاتا، عورتوں کو درندگی کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا جاتا، مگر ایک دن وہ بھی آیا کہ اللہ نے فاتح بیت المقدس عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا، جب صلاح الدین ایوبی نے قبلہ اول کی آزادی کی تحریک شروع کی تو ایک جرمن نژاد ہرمن صلیبی نے اپنے موقف کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا:

''محترم سلطان! ہم نے آپ کے یہاں جو بیج بو دیا ہے وہ ضائع نہیں ہوگا، آپ چونکہ ایمان والے ہیں اس لئے آپ نے بے دین عناصر کو دبالیا ہے، خانہ جنگی کس نے کرائی تھی؟ ہم نے، ہم نے آپ کے امراء کے دلوں میں حکومت، دولت، لذت اور عورت کا نشہ بھر دیا ہے، آپ کے جانشین اس نشہ کو اتار نہیں سکیں گے، میرے جانشین اس نشہ کو تیز کرتے رہیں گے، ......

محترم سلطان! یہ جنگ جو ہم لڑ رہے ہیں یہ میری اور آپ کی یا ہمارے بادشاہوں کی اور آپ کی جنگ نہیں ہے، یہ کلیسا اور کعبہ کی جنگ ہے، جو ہمارے مرنے کے بعد بھی جاری رہے گی، ہم میدان جنگ میں نہیں لڑیں گے، ہم کوئی ملک نہیں فتح کریں گے، ہم مسلمانوں کے دل و دماغ کو فتح کریں گے، ہم مسلمانوں کے مذہبی عقائد کا محاصرہ کریں گے، ہماری یہ لڑکیاں، ہماری دولت اور ہماری تہذیب کی کشش جسے آپ بے حیائی کہتے ہیں، اسلام کی دیواروں میں شگاف ڈالیں گی، پھر مسلمان اپنی تہذیب سے نفرت اور یورپ کے طور طریقوں سے محبت کریں گے، وہ وقت آپ نہیں دیکھیں گے، میں نہیں دیکھوں گا، ہماری روحیں دیکھیں گی۔ ہرمن کہہ رہا تھا: ہم نے فارس، افغانستان یا ہندوستان پر قبضہ کیوں نہیں جمایا؟ ہم نے عرب کو کیوں میدان جنگ بنایا ہے؟ صرف اس لئے کہ ساری دنیا کے مسلمان اسی خطہ کی طرف رخ کرکے عبادت کرتے ہیں اور یہاں مسلمانوں کا کعبہ (قبلہ) ہے، ہم مسلمانوں کے اس مرکز کو ختم کر رہے ہیں، آپ کا عقیدہ ہے کہ آپ کے رسول (ﷺ) مسجد اقصی سے آسمانوں پر گئے تھے، ہم نے اس کی منڈیر پر صلیب رکھ دی ہے، اور وہاں کے مسلمانوں کو یہ بتا رہے ہیں کہ ان کا یہ عقیدہ غلط

ہے کہ ان کے رسول کبھی یہاں آئے اور یہاں سے معراج کو گئے''۔ داستاں ایمان فروشوں کی جلد ۵ /ص ۲۲۳۔۲۲۴، التمش)

ایک دوسرے مقام پر ایک پادری اپنی صلیبی فوج سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے:

''صلیب کے جرنیلو! یہ مت بھولو کہ دشمن کو مارنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس میں ذہنی عیاشی اور جنسی جذبات پرستی پیدا کردو، اسے راگ، رنگ اور جھوٹی لذتوں کا عادی بنادو، اس کے حکمرانوں کو تخت وتاج اور زروجواہر کی ہوس پرستی میں مبتلا کردو۔ مسلمان دنیا بھر کا مانا ہوا اور دلیر سپاہی ہے، جنگی جذبہ اور مذہبی جنگ (جہاد) جتنا جنون مسلمانوں میں ہے اتنا ہم میں نہیں۔ جتنے اعلیٰ جرنیل مسلمانوں نے پیدا کئے اتنے ہم نہیں کرسکے، یہ ان کی روایت ہے، اگر ہم نے ان کے ذہن بدلنے کی کوشش نہ کی تو ان کا جذبہ، مذہبی جنون اور ان کی روایت زندہ رہے گی، اگر ان کی روایت زندہ رہی تو صلیب زندہ نہیں رہ سکے گے، اسلام یورپ تک گیا، ہندوستان اور اس سے اوپر چین تک گیا، چین کا امیر البحر مسلمان رہا، وہاں کے بعض جرنیل اب بھی مسلمان ہیں، ہندوستان کے مشرق میں بڑے بڑے جزیروں میں چلے جاؤ تو وہاں بھی تمہیں عربوں کی یعنی اسلام کی حکمرانی نظر آئے گی۔

آپ یہ طوفان صرف تلوار سے نہیں روک سکتے، یہ دوسرے طریقوں سے روکا جاسکے گا، ہمیں اسلام کے اس مرکز کو جسے مسلمان خانہ کعبہ کہتے ہیں، مردہ کرنا پڑے گا، بیت المقدس پر قبضہ برقرار رکھنا پڑے گا، مسلمان حکمراں اور بادشاہ جہاں کہیں بھی ہیں انہیں جنگی اور مالی مدد دے کر بے کا کرنا ہوگا اور اس کے ساتھ ہی ان کے حرموں میں اپنی تجربہ کار لڑکیاں اسی طرح داخل کرتے رہیں گے جس طرح عرب کی ریاستوں میں کرتے رہے ہیں، ہم نے یہ طریقہ یہودیوں سے سیکھا ہے، انہوں نے مسلمانوں کی کردارکشی اور مذہبی بیخ کنی کا نہایت دانشمندانہ منصوبہ بنا رکھا ہے اور وہ اس پر عمل کررہے ہیں، وہ ہماری مدد کررہے ہیں، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ وقت تیزی سے آرہا ہے کہ بیت المقدس پر ہمارا قبضہ ہوجائے گا، اس کے اردگرد اور دور کے علاقے بھی ہمارے قبضہ میں ہوں گے، مسلمان ریاستوں میں بٹ کر ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے، اگر دشمن نہ ہوئے تو ان میں اتحاد بھی نہیں ہوگا۔ یہودیوں کے دانشوروں نے صحیح کہا ہے کہ: ''مسلمان اپنے آپ کو بادشاہ سمجھیں گے لیکن ان کی بادشاہی اور آزادی کی باگ ڈور ہمارے ہاتھ میں ہوگی''۔ المصدر السابق: ص ۲۷۲۔۲۷۳۔

قائین کرام! یہ تو ایک تاریخی ناول سے چند اقتباسات تھے، جس میں یہود و اہل صلیب کے عزائم اور بنے ہوئے جال کی ایک تصویر پیش کی گئی ہے، جسے آج حرف بہ حرف صادق آتے ہوئے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کی ایذارسانی، انہیں صفحہ ہستی سے مٹانے کی ترکیب کرنا، مسلمانوں سے جینے کا حق چھین لینا، انہیں درندگی کا نشانہ بنانا، ان پر اپنی سفاکی کے سارے مشق وستم روا رکھنا، یہی ان کا ازلی مقصد ہے۔

چنانچہ ۳ / اگست ۲۰۰۷ تمام عالمی اخبارات میں آپ نے

امریکہ کے صدارتی الیکشن کے ایک امیدوار کا یہ بیان پڑھا ہوگا: ''امریکہ کو بچانے کے لئے مکہ اور مدینہ پر حملہ کیا جاسکتا ہے، میں صدر بن گیا تو ایٹمی حملوں کی صورت میں فیصلہ کروں گا کہ مکہ اور مدینہ کو کس طرح نشانہ بنایا جاسکتا ہے''

(مجلہ اہل حدیث لاہور جلد: ۳۸، شمارہ: ۳۲، ۱۷/ اگست ۲۰۰۷ م)

حیرت تو اس بات پر ہے امریکہ کی حکمراں پارٹی کے آئندہ کے ایک صدارتی امیدوار شخص کی اس ہرزہ سرائی پر وائٹ ہاؤس نے کوئی تردید نہیں کی، جس سے یہ شبہ یقین میں بدل جاتا ہے ہے 11/9 کے بعد بش کا کروسیڈ وار اس کے ضمیر کی آواز ہے، یہودیوں اور صلیبیوں کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں سے کس قدر نفرت ہے، مکہ ومدینہ جیسے مقدس مقامات کے بارے میں ان کی سوچ کس قدر زہریلی اور بھیانک ہے، قرآن اور مسلمانوں کی جس انداز میں کردار کشی کرتے ہیں شاید وہ صلیبی پادری اور صیہونی دنیا کی صدیوں کی وہی پلاننگ اور تخطیط ہے جو مذکورہ سطور میں ہے، یہی وجہ ہے کہ آج انہیں ہر مسلمان دہشت گرد نظر آتا ہے، ہر داڑھی اور ٹوپی میں بم چھپا نظر آتا ہے، ہر شریف چہرہ انہیں آتنک وادی نظر آتا ہے، ان کا خبث باطن یہاں تک پہنچ گیا کہ رحمۃ للعلمین ﷺ کو بھی نہیں بخشا اور توہین آمیز کارٹون بنا کر اسلام دشمنی کو عیاں کیا، ایسا اس لئے ہے کہ انہوں نے قانون فطرت سے بغاوت کی ہے، ان کی سوچ، ان کا اقدام، ان کے عزائم، اور ان کے سارے اعمال فطرت سے انحراف کی واضح دلیل ہیں، ان کا ظاہر وباطن نجاست وغلاظت سے بھرپور ہے۔

چند ماہ قبل امریکی وزیر خارجہ نے اپنے دورہ اسرائیل کے دوران یہ بیان دے کر صلیبیوں کی اسلام دشمنی کو اور واضح کر دیا تھا کہ: ''مجھے یہاں سے اپنے آباء واجداد کی مہک آرہی ہے'' اس کی مراد بنو قریضہ وبنو نظیر کی جلاوطنی سے ہے۔

فلسطینیوں سے اسرائیل کی مستقل جنگی مہم، فلسطینیوں پر ظلم وبربریت کی ہر روز نئی تاریخ رقم کرنا، مسلم ممالک میں ایک منظم پلاننگ کے تحت، ان کے اندر سے جذبہ جہاد کو ختم کرنے کے لئے ڈش اور مختلف ذرائع سے ننگی تصویریں اور برہنہ فلمیں پھیلانا، بے حیائی اور بے غیرتی کے سارے اسباب مہیا کرنا، بے حجابی وبے پردگی کو ترقی کی علامت بتانا اور شرعی پردہ کا اس انداز میں مذاق اڑانا کہ گویا داڑھی اور ٹوپی کی طرح نقاب میں بھی بم چھپا ہو، عراق پر حملہ کر کے دس لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو خاک وخون میں نہلا دینا، اس سے بڑی تعداد میں عراقیوں کو بے گھر کر دینا، افغانستان کی انیٹ سے اینٹ بجا کر افغانستان ، پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک کے حکمرانوں کی نکیل نیویارک میں رکھنا، کیا یہ کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ نہیں اور صدیوں کی بنی پلاننگ وعزائم کا نتیجہ نہیں ہے۔ صلاح الدین ایوبی سے جب جرمن نژاد صلیبی یہ باتیں کہہ رہا تھا تو شاید اس وقت یہ اس کی بڑ معلوم ہو رہی ہو، لیکن آج دنیا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے، اقتدار ہی کی خاطر ہمارے وطن بھارت کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا، اس پر بھی اقتدار کی ہوس نہ بجھی تو مملکت خداداد کے مزید دولخت

کردئے گئے، لیکن ان تمام کی کنجی یہود واہل صلیب کے ہاتھ میں ہے، ایک عرب حکمراں سے کویت پر حملہ کروانے کے بعد اسے آزاد کرواکر کویت کواپنی غلامی میں قبول کرنا اوراسے اپنے احسانوں تلے زندہ رکھنا، دنیاکے بیشتر مسلم ممالک کو چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں بانٹ کران کے اقتدار کی بقا کی خاطر انہیں صلیبیوں سے رابطے پر مجبور رکھنا دراصل ان کے انہیں مقاصد کی تکمیل ہے، جس کا اظہار اس صلیبی فوجی نے فاتح بیت المقدس صلاح الدین ایوبی کے سامنے کیا تھا۔

دنیاکے ان حالات میں جب کہ بیشتر مسلم ممالک کے حکمرانوں کا کوئی بھی فیصلہ نیویارک کی مرضی کے بغیر نہیں ہو پاتا، سلطنت خداداد تو صلیبی چھاؤنی میں تبدیل ہوتی جارہی ہے، مسلم نوجوانوں نے بے حیائی کو ثقافت سمجھ کر قبول کرنا شروع کیا ہے، ایکٹرس اور ڈانسروں کے نام سے تو واقف ہیں لیکن خلفاء راشدین وجرنیل صحابہ اوراسلامی تاریخ کے جانبازوں سے عدم واقفیت کا اظہار کرتے ہیں، دنیاکے مسلمانوں سے یہ چبھتا ہوا سوال ہے کہ کیا ان حالات میں مسلمان حکمراں مسجد اقصی کی آزادی کی جرأت کرسکتے ہیں؟ کیا ان کی فوجیں فلسطینی مجاہدین کی مدد کرنے کی استطاعت رکھتی ہیں؟ کیا ان کے حکمرانوں میں یہود سے جنگ لڑنے کی جرأت پائی جاسکتی ہے؟ کیا ہمارے مسلم نوجوان اصلاح وتربیت کی جانب کوئی قدم اٹھائیں گے؟

بعض لوگوں کی ناعاقبت اندیشی اور فقہی بصیرت کے فقدان کا عالم یہ ہے کہ ان خامیوں کے لئے وہ صرف مسلم حکمرانوں ہی کو قصوروار ٹھہراتے ہیں، اورکوئی تحریک و تنظیم بنا کر اقتدار پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھنے لگتے ہیں اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ سب سے پہلے طاقت وقوت اوراقتدار حاصل کرنا ضروری ہے، دراصل عوام وحکمرانوں میں بدظنی پھیلانے ،انہیں باہم گتھم گتھا کرنے کی یہ بھی ایک شیطانی چال ہے، جس سے خبردار رہنا ضروری ہے، اس لئے کہ حکمراں عوام ہی میں سے منتخب ہوتے ہیں، تاریخ شاہد ہے کہ انقلاب اورتختہ پلٹنے کا انجام خون خرابہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہوا ہے، غریب کی جان جاتی ہے، معصوم اقتدار کی بھینٹ چڑھتے ہیں، عام مسافر اس شیطانی رقابت کا شکار ہوتا ہے، اس لئے آج سب سے زیادہ ضرورت سماج ومعاشرہ کی صالح تربیت کی ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کا تزکیہ اورتصفیہ کیا جائے، کتاب وسنت سے جوڑا جائے، سیرت سلف صالحین سے روشناس کرایا جائے، دنگے فساد اورہنگامے سستی شہرت کا ذریعہ تو ہوسکتے ہیں، لیکن ان سے صالح معاشرہ کی تشکیل ناممکن ہے۔

شام وفلسطین کے حالات، یمن اورعراق میں صلیبی ایجنٹوں کے ذریعہ سنی مسلمانوں کے خون کی ارزانی، ترکیا کی ناکام فوجی بغاوت کیا ہمیں بیدار کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؟

کاش مسلمان اپنے گناہوں سے توبہ کرکے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کرتا، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو اپنے لئے اُسوہ بناتا، تو دنیا وآخرت میں سرخرو ہوجاتا۔

احکام ومسائل

حج مسنون کا طریقہ

محمد مقیم فیضی

الحمدلله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام على رسولنا محمد وعلى آله و صحبه أجمعين امابعد.

حج افضل ترین عبادت اور اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور صاحب استطاعت مسلمان مرد اور عورت پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔مگر کوئی بھی عبادت اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس میں دو شرطیں نہ پائی جائیں: (۱) وہ کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے اور اسی کا نام اخلاص ہے۔ (۲) وہ عبادت سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہو۔اس لئے ایک حاجی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اخلاص نیت کے ساتھ حج کرنے سے پہلے اس کا مسنون طریقہ معلوم کرلے تاکہ اس کا حج اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہو اور اسے اس کا پورا پورا ثواب ملے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: حج مبرور (اخلاص اور اطاعت پر مبنی حج) کی جزا جنت کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ (بخاری، مسلم) مزید فرمایا: جس نے حج کیا اور اس میں نہ اس نے فحش باتیں کیں نہ گناہ کے کام کئے تو وہ اس دن کی طرح ہو کر جاتا ہے جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (بخاری و مسلم) ان کے علاوہ بھی حج کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں، ذیل میں حج کا مسنون طریقہ اختصار کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے تاکہ جو شخص سنت کی پابندی کرنا چاہے وہ اس سے استفادہ کرسکے۔

احرام سے پہلے:

(۱) حج یا عمرہ کرنے والے کے لئے احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے چاہے وہ کوئی حائضہ یا نفاس والی خاتون ہی کیوں نہ ہو۔

(۲) اس کے بعد مرد جس کپڑے میں سے چاہے ایک تہد اور چادر پہن کر احرام باندھ لے البتہ سلا ہوا کپڑا نہ پہنے اور جوتا چپل میں سے جو چاہے پہن لے مگر یہ خیال رہے کہ اس سے ٹخنے نہ چھپنے پائیں۔

(۳) مرد کوئی ٹوپی یا عمامہ وغیرہ نہ پہنے جو سر کو براہ راست ڈھانپ لیتے ہیں۔اور عورت اپنے شرعی لباس میں سے کوئی کپڑا نہیں اتارے گی بلکہ جس کپڑے میں ہے اسی میں حج کرے گی البتہ وہ اپنے چہرے پر نقاب، برقع یا رومال وغیرہ نہیں باندھ سکتی ہے نہ دستانے پہن سکتی ہے، ہاں اوڑھنی یا کوئی اور کپڑا جو سر سے لٹک کر چہرہ چھپالے استعمال کرسکتی ہے۔

(۴) احرام کا کپڑا گھر سے پہن کر نکل سکتے ہیں مگر محرم ہونے کے لئے میقات پر پہنچنا شرط ہے، اس لئے میقات سے ذرا پہلے ہی محرم بنیں تاکہ ہوائی جہاز وغیرہ سے گزرتے ہوئے محرم ہوئے بغیر میقات نہ پار کرجائیں۔

(۵) احرام سے پہلے مرد جس طرح کی چاہیں اپنے بدن پر خوشبو لگاسکتے ہیں البتہ اس کا رنگ ظاہر نہیں ہونا چاہئے ہاں عورتوں کی خوشبو وہ ہوتی ہے جس میں رنگ تو ہوتا ہے مگر بو نہیں

ہوتی ہے، میقات پر محرم ہوجانے کے بعد خوشبو حرام ہوجاتی ہے۔

(۶) جب میقات پر پہنچ جائے تو محرم ہوجانا واجب ہے اور محض دل میں حج کے قصد اور ارادے سے یہ کام نہیں ہوگا کیونکہ نیت اور قصد تو اسی وقت سے موجود ہے جب سے وہ اپنے گھر سے نکلا ہے، اس کے لئے کوئی ایسا قول یا عمل ضروری ہے جس سے وہ محرم ہوجائے، لہٰذا اگر وہ محرم ہونے کے ارادے سے تلبیہ پڑھ لے تو اس کا احرام بالاتفاق منعقد ہوجائے گا اور اس کے ذریعہ وہ محرم ہوجائے گا۔

(۷) تلبیہ سے پہلے زبان سے کچھ نہیں کہے، مثلاً یہ کہ میں حج کی نیت کرتا ہوں لہٰذا تو اسے میرے لئے آسان کردے اور اسے قبول کرلے وغیرہ، کیونکہ یہ سب بدعت ہے۔

● احرام باندھنے سے پہلے کوئی مخصوص نماز نہیں ہے لیکن اگر کسی فرض نماز کا وقت ہو اور وہ نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھیں تو اسوۂ رسول کے مطابق ہوجائے گا کیونکہ آپ نے ظہر کی نماز کے بعد احرام باندھا تھا

● اور اگر کسی بیماری کا خطرہ ہو یا کوئی خوف لاحق ہو تو تلبیہ کے ساتھ اپنے رب سے یہ شرط کرلیں کہ: "اَللّٰھُمَّ مَحِلِّیْ حَیْثُ حَبَسْتَنِیْ" اے اللہ میں وہیں حلال ہوجاؤں گا جہاں تو مجھے روک لے گا تو پھر حج یا عمرہ میں کسی مجبوری کی وجہ سے حلال ہوجانے پر نہ دم دینا پڑے گا نہ آئندہ سال حج یا عمرے کی قضاء کرنی ہوگی۔ البتہ اگر وہ فریضۂ اسلام والا حج ہوگا تو اس کی قضا ہر حال میں لازم ہوگی۔

میقات:

(۸) میقات کل پانچ ہیں:

(۱) ذوالحلیفہ جو اہل مدینہ کا میقات ہے۔

(۲) جحفہ جو اہل شام، مصر اور تمام مغرب کا میقات ہے، آج یہ ویران ہے اس لئے لوگ اس سے پہلے رابغ سے احرام باندھتے ہیں۔

(۳) قرن المنازل یا قرن الثعالب (موجودہ سیل کبیر)، یہ اہل نجد کا میقات ہے۔

(۴) یلملم: اہل یمن کا میقات ہے اور اہل ہند کے لئے بھی یہی میقات ہے۔

(۵) ذات عرق اہل عراق کا میقات ہے۔

حج کی اقسام:

حج کی تین قسمیں ہیں : (۱) تمتع (۲) افراد (۳) قِران

حج تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں صرف عمرہ کا احرام باندھے، اور حج کے مہینے تین ہیں: شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ۔ پھر جب مکہ پہنچ جائے تو عمرہ کے لئے طواف وسعی کرے اور بال کٹا کر یا منڈا کر حلال ہوجائے اور اپنا احرام کھول دے، پھر یوم الترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کو جہاں ہے وہیں سے تنہا حج کا احرام باندھ کر اس کے لئے محرم ہوجائے اور حج کے تمام اعمال انجام دے۔ تمتع کرنے والا ایک کامل عمرہ اور کامل حج کرتا ہے۔

افراد: یہ ہے کہ آدمی صرف حج کے لئے احرام باندھے اور جب مکہ پہنچ جائے تو طواف قدوم اور حج کی سعی کرلے مگر بال کٹائے نہ سر منڈائے، نہ احرام کھولے بلکہ عید کے دن جمرۂ عقبہ کو کنکڑی مارنے تک محرم ہی رہے اور جمرہ عقبہ کو کنکری مارنے کے بعد حلال ہو، اور اگر حج کی سعی کو طواف حج کے بعد تک کے لئے موخر کردے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

فائدہ : علامہ البانی فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے حج افراد کا تلبیہ پڑھا ہو تو اس کو چاہئے کہ اسے فسخ کرکے اسے عمرہ کا احرام بنادے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عمرہ قیامت تک کے لئے حج میں داخل ہوگیا ہے... اور فرمایا کہ اے آل محمد تم میں سے جو حج کرے وہ حج میں عمرہ کو بھی شامل کرلے۔

قِران : یہ ہے کہ عمرہ اور حج دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھے یا پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھے اور اس کا طواف شروع کرنے سے پہلے حج کو بھی اس میں داخل کر لے (اور وہ اس طرح ہوگا کہ وہ یہ نیت کرے کہ اس کا یہ طواف اور سعی حج اور عمرہ دونوں کے لئے ہیں) قارن کا سارا معاملہ حج افراد کرنے والے ہی کی طرح ہے، البتہ قارن پر ہدی (یعنی قربانی) ہے جو افراد کرنے والے پر نہیں ہے۔

ان تینوں میں سب سے افضل حج تمتع ہی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ہدی کا جانور نہ لانے والے تمام صحابہ کو یہی حکم دیا تھا۔

(۹) میقات پر محرم ہوتے وقت اگر قارن ہو تو کہے: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ. اور اگر حج تمتع کر رہا ہو تو کہے: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ بِعُمْرَةٍ. اور اگر حج افراد کر رہا ہو تو کہے: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ حَجًّا. ہندوستان سے جانے والے حاجی عام طور پر حج تمتع ہی کرتے ہیں اس لئے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ بِعُمْرَةٍ کا تلبیہ اچھی طرح یاد کر لیں۔

اس کے بعد یہ دعا بھی پڑھیں: اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ حَجَّةٌ لَا رِيَاءَ فِيْهَا وَلَا سُمْعَةَ. (یعنی اے اللہ یہ ایسا حج ہے جس میں نہ کوئی ریا کاری ہے نہ شہرت طلبی) (۱۰) اس کے بعد نبی ﷺ کا تلبیہ:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ. ڑھیں۔

اور آپ ﷺ اپنے تلبیہ میں "لَبَّيْكَ اِلٰهَ الْحَقِّ" بھی پڑھا کرتے تھے، اور حضرت ابن عمر تلبیہ میں اضافہ کرتے ہوئے حسب ذیل دعا بھی پڑھا کرتے تھے: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَيْكَ وَالْعَمَلُ. (نبی ﷺ کے سامنے بعض لوگ: لَبَّيْكَ ذَا الْمَعَارِجِ لَبَّيْكَ ذَا الْفَوَاضِلِ بھی پڑھا کرتے تھے) مرد یہ تلبیہ زور زور سے پڑھتے رہیں اور عورتیں صرف اتنی آواز سے پڑھیں کہ بغل والا اسے سن لے، یہ اس صورت میں جبکہ ان کے پاس کوئی غیر محرم آدمی نہ ہو ورنہ وہ چپکے چپکے پڑھ لیں۔ علامہ البانی فرماتے ہیں کہ آواز بلند کرنے میں اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو عورتیں بھی مردوں ہی کی طرح ہیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بلند آواز سے تلبیہ پڑھا کرتی تھیں۔

(۱۱) تلبیہ کثرت سے پڑھتے رہیں کیونکہ وہ حج کے شعائر میں سے ہے بالخصوص جب بلندی پر چڑھنا ہو یا نشیب میں اترنا ہو تو اس کا خصوصی اہتمام کریں۔

(۱۲) اور ابن مسعود کی حدیث کے مطابق تلبیہ کے ساتھ تہلیل (یعنی لا إلہ إلا اللہ بھی) پڑھ سکتے ہیں۔

(۱۳) جب مکہ پہنچ جائیں اور حرم مکی کے پاس کے گھر نظر آنے لگیں تو تلبیہ بند کر کے حسب ذیل کاموں میں مشغول ہو جائیں۔

(۱۴) اگر ممکن ہو تو داخل ہونے سے پہلے غسل کر لیں۔

(۱۵) جب مسجد میں داخل ہوں تو اپنا داہنا قدم پہلے رکھیں اور دعا پڑھیں: بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ. أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ.

(۱۶) جب کعبہ کو دیکھیں تو اگر چاہیں تو اپنے ہاتھوں کو اٹھا لیں کیونکہ ایسا کرنا ابن عباس سے ثابت ہے۔

(۱۷) اور اگر چاہیں تو حضرت عمر کی دعا: اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ. پڑھ لیں۔

طواف قدوم:

(۱۸) پھر حجر اسود کی طرف بڑھیں اور اس کا استقبال کر کے

بسم اللہ اللہ اکبر پڑھیں۔

(۱۹) اس کے بعد حجر اسود کو (اگر ممکن ہو) ہاتھ سے چھوئیں، منہہ سے اسے بوسہ دیں اور اس پر سجدہ بھی کریں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ایسا ہی ثابت ہے۔

(۲۰) اگر یہ ممکن نہ ہو تو ہاتھ سے اسے چھو کر ہاتھ کو چوم لیں۔

(۲۱) اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اس کی طرف اشارہ کریں۔

(۲۲) اور ایسا ہر طواف میں کریں۔

(۲۳) یہ یاد رہے کہ اس کے لئے کسی کو دھکا دیں نہ اذیت پہنچائیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو اس سے منع فرمایا تھا۔

(۲۴) پھر کعبہ کو بائیں رکھتے ہوئے اس کا طواف شروع کریں اور حجر اسود سے حجر اسود تک ایک چکر پورا کر کے اسی طرح سات چکر لگائیں۔

(۲۵) اور ان ساتوں چکروں میں اضطباع کریں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ احرام کی چادر کو داہنی طرف کی بغل میں ڈال کر بائیں کندھے پر موڑ کر رکھ لیں اور داہنا کندھا کھلا رکھیں۔ اور ایسا نہ اس طواف سے پہلے کریں نہ بعد میں کیونکہ یہ بدعت ہے۔

(۲۶) اور پہلے تین چکروں میں رمل کریں۔ مونڈھے ہلاتے ہوئے تیز چلنے کو رمل کہتے ہیں۔ اور باقی چکر معمول کی چال سے پورے کریں۔

(۲۷) حجر اسود کے پیچھے اور چکر میں حجر اسود تک پہنچنے سے پہلے کعبہ کا جو کنارہ پڑتا ہے اسے رکن یمانی کہتے ہیں، جب جب رکن یمانی پر پہنچیں اس کا استلام کریں یعنی چھو لیں اور اس کو بوسہ نہ دیں نہ ہاتھ چومیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو آگے بڑھ جائیں اور ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ نہ کریں۔

(۲۸) اور رکن یمانی اور حجر اسود کے بیچ میں: رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھیں۔

(۲۹) کعبہ کے باقی دونوں کناروں کو نہ چھوئیں نہ ان کا بوسہ دیں نہ ان کی طرف اشارہ کریں کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہیں کیا ہے اور ایسا کرنے والے کو صحابہ کرام منع کیا کرتے تھے۔

(۳۰) اگر چاہے اور ممکن بھی ہو تو حجر اسود اور کعبہ کے بیچ کی جگہ (جسے ملتزم کہا جاتا ہے) اپنا سینہ، چہرہ اور بازو لگا کر کھڑا ہو جائے اور جو چاہے دعا وغیرہ کرلے کیونکہ بہت سے صحابہ اور تابعین سے ایسا کرنا ثابت ہے بلکہ حسن درجہ کی مرفوع حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے بھی ایسا ثابت ہے۔

(۳۱) جب سات چکر پورے ہو جائیں تو اپنا کھلا ہوا داہنا کندھا ڈھانپ لیں اور مقام ابراہیم کی طرف آئیں اور یہ آیت پڑھیں: (وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى)

(۳۴) اور مقام ابراہیم کے پیچھے کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں اگر وہاں جگہ نہ مل سکے تو کہیں بھی پڑھ لیں۔

(۳۵) ان دونوں میں سے پہلی رکعت میں (قل یا ایھا الکافرون) اور دوسری میں (قل ھو اللہ احد) پڑھیں۔

(۳۶) جب نماز سے فارغ ہو جائیں تو زمزم کی طرف جائیں اور زمزم کا پانی پئیں اور اسے اپنے سر پر بھی ڈالیں۔ یہ دنیا کا سب سے اچھا اور بابرکت پانی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ آب زمزم جس مقصد سے بھی پیا جائے اس کے لئے مفید ہے۔

(۳۷) اس کے بعد پھر حجر اسود کی طرف جائیں اور تکبیر کہیں اور گزشتہ تفصیل کے مطابق اس کا استلام کریں۔

صفاو مروہ کے درمیان سعی:

اس کے بعد سعی کے لئے صفا کی طرف روانہ ہوں اور جب

صفا کے قریب پہنچ جائیں تو حسب ذیل آیت اور دعا پڑھیں: (اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ) اس کے بعد کہیں: (نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰہُ بِہٖ) ہم بھی وہیں سے شروع کرتے ہیں جہاں سے اللہ نے شروع کیا ہے۔

(۳۸) اس کے بعد صفا پر چڑھ جائیں یہاں تک کہ کعبہ دکھائی دے (مگر آج ایسا تقریبا ناممکن ہے اس لئے جو ممکن ومیسر ہو کریں)۔

(۳۹) اب قبلہ کی طرف رخ کرلیں اور پڑھیں: اللّٰہُ أکبَرُ، اللّٰہُ أکبَرُ، اللّٰہُ أکبَرُ لا إلٰہ إلا اللّٰہُ وَحدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر۔

لَا إلٰہَ إلَّا اللّٰہُ وَحدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ أَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحدَہٗ (یہ دعائیں تین بار پڑھیں) اوران دونوں کے درمیان دنیا وآخرت کی بھلائی کی جو دعا چاہیں مانگ لیں۔

(۴۰) اس کے بعد مروہ کی طرف چلیں اور جب ہرے نشان کے پاس پہنچ جائیں تو دوسرے نشان تک تیز دوڑیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ ایک کنکریلی وادی تھی اور آپ نے اسے تیز دوڑ کر پار کرنے کی رہنمائی فرمائی ہے۔

فائدہ : عورتوں کے لئے نہ رمل ہے نہ اضطباع اور سعی میں بھی اگر آس پاس مرد ہوں تو دوڑنا نہیں ہے ہاں اگر جگہ خالی ہو تو وہ بھی تیز دوڑیں اس لئے کہ اس کی مشروعیت کی اصل اماں ہاجرہ کا اس جگہ تیز دوڑنا ہے۔

(۴۱) اس کے بعد مناسب چال چلتے ہوئے مروہ کے پاس آئیں اور اس پر چڑھ جائیں اور وہاں بھی قبلہ رو ہو کر وہی دعائیں پڑھیں جو صفا پر پڑھی تھیں۔

(۴۲) اس کے بعد پھر صفا کی طرف جائیں چلنے کی جگہ چلیں اور دوڑنے کی جگہ دوڑیں اور یہ دوسرا چکر ہو جائے گا، وہاں سے پھر مروہ کی طرف جائیں یہ تیسرا چکر ہو جائے گا اور آخری سات چکر مروہ پر پورا ہوگا، اور یہ ساتوں چکر پورے کرلینے پر سعی مکمل ہو جائے گی۔

(۴۳) سواری پر بھی سعی جائز ہے (جس کا آج امکان نہیں ہے) مگر پیدل سعی کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند تھا۔

(۴۴) اگر سعی میں یہ دعا پڑھیں: رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ إِنَّکَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَکْرَمُ تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ابن مسعود اور ابن عمر اور دیگر بہت سے سلف سے ایسا کرنا ثابت ہے۔

(۴۵) جب مروہ پر ساتواں چکر پورا ہو جائے تو اپنے بال کٹالیں (اور اگر حج اور عمرہ کے درمیان لمبی مدت ہو تو منڈالیں) اب آپ کا عمرہ پورا ہو گیا۔ اب اپنا احرام کھول کر جو کپڑا جی میں آئے پہن لیں اور اب وہ سب چیزیں حلال ہو گئیں جو محرم ہونے کے بعد حرام ہو گئی تھیں۔

(۴۶) یہ سہولت متمتع کے لئے ہے مگر جو لوگ قارن ہوں گے وہ یوم النحر کو رمی جمار (کنکڑی مارنے) کے بعد ہی حلال ہوں گے۔ اور یہ بات پہلے ہی بتائی جاچکی ہے کہ حج تمتع ہی افضل ہے۔

یوم الترویہ:

(۴۷) یوم الترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کو جہاں ہیں حج تمتع کرنے والے وہیں سے احرام باندھ کر اور حج کا تلبیہ "**لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ حَجًّا**" پڑھ کر محرم بن جائیں اور احرام باندھنے سے پہلے غسل کرلیں اور خوشبو وغیرہ لگائیں اور تلبیہ پڑھتے رہیں اور اس وقت تک بند نہ کریں جب تک جمرۂ عقبہ کو کنکڑی نہ مارلیں۔

(۴۸) پھر منی کی طرف جائیں اور وہاں پہنچ کر ظہر کی نماز ادا کریں اور وہیں رات گزاریں اور ساری نمازیں جمع کئے بغیر قصر کے ساتھ ادا کریں۔

۹/ذی الحجہ کو عرفہ کی طرف روانگی:

(۴۹) جب عرفہ کے دن کا سورج طلوع ہوجائے یعنی نویں ذی الحجہ کو تو تلبیہ یا تکبیر پڑھتے ہوئے عرفہ کی طرف روانہ ہوجائیں۔

(۵۰) اس کے بعد نمرہ میں رک جائیں، یہ جگہ عرفات سے قریب ہے مگر اس کا حصہ نہیں ہے اور وہاں زوال سے پہلے تک رہیں (مگر آج اکثر لوگوں کے لئے یہ ممکن نہیں ہے اس لئے اگر عرفہ کی طرف چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے)

(۵۱) جب زوال شمس ہوجائے تو عرنہ کی طرف چلے جائیں اور وہیں رک جائیں، یہ جگہ عرفہ سے پہلے پڑتی ہے اور اسی جگہ پر امام خطبہ دیتا ہے۔ (اگر ممکن نہ ہو تو عرفہ کی طرف چلے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے)

(۵۲) پھر امام کے ساتھ ظہر ہی کے وقت ظہر اور عصر دونوں نمازیں جمع اور قصر کے ساتھ پڑھ لیں۔

(۵۳) ان دونوں نمازوں کے لئے ایک اذان اور دو اقامتیں کہی جاتی ہیں۔

(۵۴) اور ان دونوں نمازوں کے درمیان اور بعد یا پہلے کوئی سنت یا نفل رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

(۵۵) اگر امام کے ساتھ نماز کی ادائیگی ممکن نہ ہو تو تنہا ہی وہ دونوں نمازیں پڑھ لیں یا اپنے ارد گرد کے لوگوں کے ساتھ جماعت بنا کر اسی طرح پڑھ لیں۔

(۵۶) اس کے بعد عرفہ کی طرف جائیں اور وہاں جبل رحمت کے نیچے صخرات کے پاس وقوف کریں (یعنی وہیں ٹھہر جائیں) اور اگر وہاں وقوف کرنا ممکن نہ ہو تو پورا عرفہ موقف ہے جہاں میسر ہو ٹھہر جائیں۔

(۵۷) اب قبلہ رو ہوجائیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کریں اور تلبیہ پڑھیں۔

(۵۸) کثرت سے تہلیل کریں اس لئے کہ یہ عرفہ کے دن کی سب سے بہتر دعا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عرفہ کی شام میں نے اور نبیوں نے سب سے افضل جو بات کہی وہ ہے:

"لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"۔

(۵۹) اور اگر تلبیہ میں: "إِنَّمَا الْخَيْرُ خَيْرُ الْآخِرَةِ" کے الفاظ بڑھا لیں تو جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ سے ایسا ثابت ہے۔

(۶۰) عرفہ میں وقوف کرنے والے کے لئے سنت ہے کہ وہ آج کے دن روزہ نہ رکھے۔

(۶۱) یہ دن انتہائی اہم ہے کیونکہ اسی دن سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے اور فرشتوں کے سامنے ان پر فخر کرتا ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ وقت دعا، ذکر اور تلبیہ ہی میں گزاریں اور اگر تھکان محسوس ہونے لگے تو ساتھیوں سے دینی باتیں کرکے ماحول بدل لیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عرفات سے افاضہ یعنی واپسی:

(۶۸) جب سورج غروب ہوجائے تو عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوجائیں، مگر کسی کو دھکا دیں نہ اپنی گاڑی سے کسی کو تکلیف پہنچائیں، اگر جگہ خالی مل جائے تو تیز چلیں۔

(۶۹) جب مزدلفہ پہنچ جائیں تو وہاں اذان دیں اور اقامت کہیں اور مغرب کی تین رکعت ادا کرلیں، پھر اقامت کہیں اور عشاء کی نماز قصر کے ساتھ یعنی صرف دو رکعت پڑھیں اور دونوں نمازیں جمع کرلیں (یہ اس صورت میں جبکہ آدھی رات سے پہلے پہلے مزدلفہ پہنچ جائیں اور اگر آدھی رات گزر جانے کا

خوف ہوتو راستے ہی میں دونوں نمازیں ادا کرلیں)

(۷۰) اور ان دونوں نمازوں کے ساتھ پہلے یا بعد یا درمیان میں کوئی سنت یا نفل نہیں ہے۔

(۷۱) اور اگر ضرورت پڑ جائے تو ان دونوں نمازوں کے درمیان فاصلہ رکھ کے بھی الگ الگ پڑھ سکتے ہیں۔

فجر کی نماز مزدلفہ میں:

(۷۲) کمزور بوڑھوں، مریضوں، معذوروں اور عورتوں کو چھوڑ کر باقی تمام حاجیوں کے لئے مزدلفہ میں فجر کی نماز لازم ہے، ہاں مذکورہ کمزور لوگوں اور عورتوں کے لئے آدھی رات کے بعد مزدلفہ سے نکل جانا جائز ہے۔

(۷۳) اس کے بعد مشعر حرام پر جو مزدلفہ میں ایک پہاڑ ہے آجائیں اور اس پر چڑھ جائیں اور قبلہ رو ہو کر اللہ کی حمد وثنا اور تکبیر وتہلیل اور دعا میں صبح کے خوب روشن ہوجانے تک مشغول رہیں۔

(۷۴) مزدلفہ پورا کا پورا موقف ہے، جہاں بھی وقوف کریں جائز ہے۔ اس لئے اگر مشعر حرام کے پاس جانا میسر نہ ہوتو جہاں رہیں وہیں دعا وغیرہ کرلیں۔

(۷۵) پھر اسفار کے وقت یعنی جب صبح خوب روشن ہوجائے تو سورج نکلنے سے پہلے ہی منی کی طرف روانہ ہوجائیں اور سکون واطمینان کے ساتھ تلبیہ پڑھتے ہوئے جائیں۔

(۷۶) جب بطن محسر میں آئیں (جو مزدلفہ اور منی کے درمیان ایک وادی ہے اور منی ہی میں داخل ہے) تو جس قدر ممکن ہو تیزی سے گزر جائیں۔

(۷۷) پھر درمیانی راستے سے جمرہ عقبہ یا جمرہ کبری کی طرف جائیں۔

(۷۸) جمرۂ عقبہ کو کنکڑی مارنے کے لئے منی ہی میں کنکڑیاں چن لیں جو چنے کے دانے کے برابر ہوں اور بڑی بڑی نہ ہوں، یہ بھی ذہن میں رہے کہ جمرہ عقبہ منی کی طرف سے آتے ہوئے آخری جمرہ ہے اور مکہ سے قریب ہے۔

(۷۹) کنکڑی مارتے وقت رخ جمرہ کی طرف اور مکہ کو بائیں اور منی کو دائیں رکھیں۔

(۸۰) سات کنکڑیاں ماریں اور ہر کنکڑی کے ساتھ تکبیر یعنی ''اللہ اکبر'' کہیں۔

(۸۱) اور آخری کنکڑی مار کر تلبیہ بند کردیں۔

(۸۲) کنکڑی سورج نکلنے کے بعد ہی ماریں چاہے آپ کا شمار ان عورتوں اور کمزوروں میں ہو جنھیں آدھی رات کے بعد مزدلفہ سے منی چلے جانے کی اجازت دی گئی ہے۔

(۸۳) اگر چاہیں تو زوال کے بعد سے رات تک کنکڑی مار سکتے ہیں اگر زوال سے پہلے کنکڑی مارنے میں کوئی تکلیف یا حرج محسوس کریں، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔

(۸۴) جب رمی جمرہ سے فارغ ہوجائیں تو اب عورتوں سے ملاپ کے سوا ہر چیز حلال ہوجاتی ہے اگرچہ ابھی قربانی اور سر منڈانے کا کام پورا نہ ہوا ہو۔ اب اپنے کپڑے پہن کر خوشبو لگا سکتے ہیں۔

(۸۵) لیکن اگر اس حلت پر برقرار رہنا چاہتے ہیں تو اسی دن شام ہونے سے پہلے پہلے طواف افاضہ کرلیں ورنہ پھر سے احرام باندھ کر محرم ہوجانا لازم ہوجائے گا اور اب اسی وقت احرام کھولنا جائز ہوگا جب طواف افاضہ سے فارغ ہوجائیں گے کیونکہ صحیح حدیث میں اسی طرح کی رہنمائی کی گئی ہے۔

ذبح ونحر:

(۸۶) پھر منی میں منحر پر آئیں اور اپنا جانور ذبح کردیں، سنت یہی ہے۔

(۸۷) لیکن پورے منی یا مکہ میں کہیں بھی ذبح کرنا جائز ہے۔

(۸۸) سنت تو یہی ہے کہ جانور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کریں یا نحر کریں، لیکن اگر کسی اور کو اپنا نائب بنا کر یہ کام اس کے ذمہ لگا دیا جائے تو جائز ہے اور یہ کام آج کل سرکاری طور پر ہوتا ہے اس لئے اگر وہیں سے یہ کام کرالیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(۸۹) ذبح کرتے وقت جانور کو اس کے بائیں پہلو لٹا کر اس کا رخ قبلہ کی طرف کردیں اور اس کے داہنے پہلو پر اپنا داہنا قدم رکھ دیں۔ اور اگر اونٹ ہو تو اس کا بایاں پاؤں باندھ کر باقی پیروں پر اس کو کھڑا کریں اور اس کا رخ قبلہ کی طرف کر کے نحر کریں یعنی اس کے حلق پر نیزہ سے مار کر اس کا خون نکالیں۔

(۹۰) اور ذبح یا نحر کے وقت: "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنْكَ وَلَكَ، اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ" پڑھیں۔

(۹۱) ذبح کے ایام چار دن ہیں: یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) جو یوم الحج الاکبر (حج اکبر کا دن) ہے اور ایام تشریق کے تین دن یعنی ۱۱، ۱۲/ اور ۱۳/ ذی الحجہ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سارے ایام تشریق ذبح (کے دن) ہیں۔ (احمد، ابن حبان)

(۹۲) قربانی کا جانور خود بھی کھائیں اور جسے چاہیں کھلائیں اور اگر چاہیں تو اپنے وطن بھی لے جائیں، نبی ﷺ سے ایسا ہی ثابت ہے۔

(۹۳) اونٹ یا گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

(۹۴) حج تمتع کرنے والے جس حاجی کے پاس ھدی (قربانی) کا جانور ذبح کرنے کی طاقت نہ ہو وہ تین دن حج کے ایام میں اور سات دن اپنے گھر واپس آ کر روزہ رکھے۔ اور ایسے شخص کے لئے ایام تشریق میں بھی روزہ رکھنا جائز ہے جبکہ دوسروں کے لئے ایام تشریق میں روزہ رکھنا درست نہیں ہے۔

(۹۵) اس کے بعد پورا سر منڈالیں یا بال کٹوالیں مگر منڈانا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سر منڈانے والے کے لئے تین بار رحمت کی دعا کی ہے اور بال کٹوانے والے کے لئے صحابہ کے کہنے پر ایک بار کی ہے۔

(۹۶) سر منڈانے یا بال کٹانے والے کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ داہنی طرف سے شروع کرے جب کہ اکثر نائی لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں، اس لئے انہیں تاکید کردیں۔

(۹۷) سر منڈانا مردوں کے ساتھ خاص ہے، عورتیں بس چند انگلیوں کی مقدار اپنے بال کاٹ لیں یہی ان کے لئے کافی ہے۔

طواف افاضہ:

(۹۸) پھر اسی دن یعنی دسویں ذی الحجہ کو بیت اللہ کی طرف جائیں اور طواف افاضہ کرلیں اور اسی طرح طواف کریں جس طرح طواف قدوم کیا تھا، مگر اب اس طواف میں نہ اضطباع (یعنی داہنا کندھا کھولنا ہے) نہ رمل (یعنی مونڈھے ہلاتے ہوئے تیز چلنا) ہے۔

(۹۹) سات چکر جب پورے ہو جائیں تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھ لیں کیونکہ یہی سنت ہے۔

(۱۰۰) اس کے بعد سابقہ تفصیل کے مطابق صفا و مروہ کی سعی کریں، البتہ مفرد اور قارن کے لئے ان کی پہلی سعی ہی کافی ہے۔ یہ سعی صرف حج تمتع کرنے والے کے لئے ہے۔

(۱۰۱) اس طواف کے بعد ہر چیز جو احرام سے حرام ہو گئی تھی حلال ہو جاتی ہے یہاں تک کہ بیویوں سے ہم بستری بھی۔

منی میں رات گزارنا:

(۱۰۲) پھر منی آجائیں اور پورے ایام تشریق ان کی راتوں کے ساتھ منی میں گزاریں۔

(۱۰۳) اور ان دنوں میں ہر دن زوال کے بعد تینوں جمرات کو سات سات کنکڑیاں اسی طریقے پر ماریں جیسا کہ بتایا

جا چکا ہے۔

(۱۰۴) شروعات جمرۂ اولیٰ سے کریں جو مسجد خیف سے قریب ہے۔ جب اسے کنکڑی مار کر فارغ ہو جائیں تو تھوڑا آگے بڑھ کر داہنی طرف ہو لیں اور قبلہ رو ہو کر دیر تک کھڑے دعا مانگتے رہیں اور اپنے دونوں ہاتھ بھی اٹھالیں۔ (اگر بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے زیادہ دیر نہ ٹھہر سکیں تو تھوڑے ہی وقفے میں دعا مانگ لیں اور سنت پوری کریں)

(۱۰۵) اس کے بعد جمرۂ ثانیہ کی طرف آئیں اور اسے سابقہ طریقے کے مطابق کنکڑی ماریں اور شمال (اتر) کی طرف بڑھ کر کھڑے ہو جائیں اور قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھالیں اور دیر تک دعا مانگیں۔

(۱۰۶) پھر جمرۂ ثالثہ یعنی جمرۂ عقبہ کی طرف آجائیں اور اسے بھی اسی طریقے پر کنکڑی ماریں اور بیت اللہ کو بائیں اور منیٰ کو دائیں رکھیں اور اسے کنکڑی مارنے کے بعد وہاں نہ ٹھہریں بلکہ اپنے مقام پر واپس آجائیں۔

(۱۰۷) پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسے ہی کریں۔

(۱۰۸) اگر دوسرے دن کنکڑی مار کر منیٰ سے چلے جائیں اور تیسرے دن کنکڑی مارنے کے لئے رات وہاں نہ گزاریں تو جائز ہے، مگر تیسرے دن کنکڑی مارنے کے لئے رک جانا افضل ہے کیونکہ یہی سنت ہے۔

(۱۰۹) جو تیسرے دن کنکڑی مارنے کے لئے نہ رکنا چاہتا ہو وہ دوسرے دن یعنی بارہویں ذی الحجہ کو شام کے وقت سورج ڈوبنے سے پہلے ہی نکل جائے اور اگر غروب آفتاب تک وہیں رہ گیا تو پھر اسے رات وہیں گزارنی پڑے گی اور وہ تیسرے دن کنکڑی مارنے کے بعد ہی جا سکتا ہے۔ (مگر یہ بات اس شخص کے حق میں ہے جو اختیاری طور پر غروب آفتاب تک رکا ہو اور جو بھیڑ وغیرہ کی مجبوری کی وجہ سے غیر ارادی طور پر منیٰ سے نہ نکل سکا ہو وہ جب موقع مل جائے نکل سکتا ہے)

(۱۱۰) سابقہ مناسک حج (یعنی حج کی عبادتوں) میں ترتیب سنت ہے جو اس طرح ہے: (۱) رمی (کنکڑی مارنا) (۲) ذبح یا نحر کرنا (۳) سر منڈانا یا بال کٹانا (۴) طواف افاضہ (۵) سعی (متمتع کے لئے)۔ لیکن اگر ان میں تقدیم و تاخیر ہو جائے یعنی پہلے والا بعد میں اور بعد والا پہلے ادا ہو جائے تو جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا تھا: کوئی حرج نہیں، کوئی حرج نہیں۔

(۱۱۱) دوسرے یا تیسرے دن کنکڑی مار کر فارغ ہو جائیں تو حج کے مناسک پورے ہو گئے، لہٰذا مکہ چلے جائیں اور جتنا مقدر ہو وہاں رہیں اور اس بات کا خصوصی اہتمام کریں کہ پانچوں وقت کی نمازیں مسجد حرام میں باجماعت ادا کریں، کیونکہ وہاں نماز کا ثواب دیگر مسجدوں کے مقابلے میں ایک لاکھ نماز سے افضل ہے۔

طواف وداع:

(۱۱۲) جب مکہ سے واپس جانے لگیں تو لازمی طور پر طواف وداع (رخصتی طواف) کرلیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص کوچ نہ کرے یہاں تک کہ اس کا آخری کام بیت اللہ کا طواف ہو۔ (مسلم وغیرہ اور بخاری نے بھی اسی جیسی روایت کی ہے)

(۱۱۳) پہلے حائضہ عورت کو بھی طواف وداع کے لئے خون بند ہونے تک رکنے کا حکم دیا جاتا تھا مگر بعد میں اسے اجازت دے دی گئی کہ اگر اس نے طواف افاضہ کرلیا ہے تو طواف وداع کئے بغیر بھی جا سکتی ہے۔ (احمد وغیرہ بسند صحیح)

(تفصیل کے لئے دیکھئے: مناسک الحج والعمرہ للالبانی اور صفۃ الحج والعمرہ لابن العثیمین وغیرہ)

مسائل شرعیہ

فقہ وفتاویٰ

عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

سوال: حالت احرام میں کون کون سی چیزیں حاجی کیلئے حرام ہیں؟ بیان فرمائیں۔

جواب: حالت احرام میں محرم کیلئے آٹھ چیزیں حرام ہیں:

(۱) سر کے بالوں کو منڈانا یا چھوٹا کروانا (۲) مردوں کا اپنے سروں کا ڈھانکنا (۳) مردوں کا سلا ہوا لباس پہننا (۴) خوشبو کا استعمال کرنا (۵) ماکول اللحم جانور کو مارنا یا اس کا شکار کرنا یا اس میں سے کھانا اگر اس کیلئے شکار کیا گیا ہو (۶) نکاح کرنا یا کروانا (۷) عورت کا چہرہ اور ہاتھ ڈھانپنا (۸) بیوی سے ہم بستری کرنا یا شہوت سے بوسہ دینا یا چھونا وغیرہ جسے دواعی جماع کہا جاتا ہے۔

مذکورہ محظورات میں سے اگر کوئی جماع وہم بستری کے علاوہ کسی چیز کا ارتکاب عمداً کرے تو اس پر واجب ہے کہ (۱) یا تو ایک بکری فدیہ دے (۲) یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے (۳) یا تو تین دنوں کا روزہ رکھے اور اگر کوئی حالت احرام میں جماع وہم بستری کا مرتکب ہو جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر تحلل اول سے پہلے ہے تو حج فاسد ہوگا اور گناہ بھی ہوگا چنانچہ یہ دونوں حج جاری رکھیں گے اور ایک اونٹ کا دم دیں اور آئندہ سال حج کی قضاء کریں گے (۲) اور اگر تحلل اول کے بعد ہے تو حج فاسد نہ ہوگا لیکن گناہ ملے گا اس لئے ایک اونٹ بطور دم دینا لازم ہوگا۔ (فقہ السنۃ: ۱/ ۵۹۲، مختصر الفقہ الاسلامی: ص ۶۵۸)

سوال: حج کے ارکان اور واجبات کیا کیا ہیں تفصیل سے ذکر کریں؟

جواب: حج کے ارکان چار ہیں: (۱) احرام (۲) وقوف عرفات (۳) طواف زیارت وافاضہ (۴) سعی

اور واجبات چھ ہیں:

(۱) میقات سے احرام باندھنا (۲) ایام تشریق میں منیٰ میں رات گذارنا (۳) مزدلفہ میں قربانی کی رات میں رات گذارنا (۴) رمی جمار (کنکری مارنا) (۵) حلق یا تقصیر (سر منڈانا یا چھوٹے بال کرانا) (۶) طواف وداع (اہل مکہ کے علاوہ لوگوں کیلئے)

سوال: ارکان حج میں سے کسی رکن یا واجبات میں سے کسی واجب کو چھوڑنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس آدمی نے مذکورہ ارکان میں سے کوئی رکن چھوڑ دیا تو اس کا حج اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک کہ انھیں دوبارہ مکمل نہ کرے اور اگر واجبات میں سے کوئی واجب چھوٹ گیا ہے تو اس پر دم واجب ہے یعنی ایک جانور ذبح کرے اور فقراء مکہ پر تقسیم کردے۔ (مختصر الفقہ الاسلامی ص: ۶۷۳-۶۸۴)

سوال: میت یا کبیر السن معذور آدمی کی طرف سے حج کروانا یا کرنا شرعاً کیسا ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب: میت یا جسمانی طور پر بڑھاپا یا بیماری لاحق ہونے کی وجہ سے معذور آدمی کی طرف سے حج وعمرہ کرنا یا کروانا صحیح ہے بخاری کی روایت میں ایک آدمی کے حج کرنے کی نذر ماننے کا واقعہ ہے کہ وہ مر گیا اور نذر پوری نہ کرسکا اس کی ایک لڑکی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ: "**نعم حجی عنها**" کہ ہاں اس کی طرف سے تم حج کرو اور پھر کہا کہ یہ اللہ کا فرض ہے اور اسے پورا کرنا زیادہ حق ہے۔ (بخاری: کتاب الحج، باب الحج والنذر عن المیت ص: ۱۷۵۴، م ۶۸۸۵)

اسی طرح ایک صحابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے بوڑھے والد کے بارے میں پوچھا جو کہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ: "**حج عن ابیک واعتمر**" کہ اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ دونوں کرو۔ (ترمذی: الحج، باب ماجاء فی الحج عن الشیخ الکبیر والمیت رقم ۹۳۰ والحدیث صحیح) (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ: ۱۱/ ۸۷)

سوال: کیا عورت سفر حج پر بلا محرم کے عورتوں کی جماعت یا قابل اعتماد غیر محرم مردوں کے ساتھ یا اپنی پھوپھی خالہ یا ماں کے ساتھ جاسکتی ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب: صحیح بات یہ ہے کہ کسی عورت کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ بلا شوہر یا مردوں میں سے کسی محرم کے بغیر حج پر جائے کیونکہ عورت کیلئے یہ شرط ہے کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم ہو جو کہ مرد ہو یا اس کا شوہر اس کے ساتھ ہو تو حج پر جاسکتی ہے۔ اس لئے مذکورہ شرط کے علاوہ عورت کا عورتوں کی جماعت قابل اعتماد مردوں کے گروپ یا اسی طرح غیر مرد رشتے داروں کے ساتھ سفر حج پر جانا درست نہیں ہے اور اگر مذکورہ شرط کے مطابق عورت کو کوئی محرم (مرد) یا شوہر کی رفاقت نہ ملے تو ایسی صورت میں اس پر حج واجب نہیں ہے کیونکہ وہ غیر مستطیع ہے اور حج صرف اس پر واجب ہے جو مکہ تک پہونچنے کی جسمانی اور مالی طاقت رکھتا ہو۔ (فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ: ۱۱/ ۹۰-۹۲)

سوال: حج بدل اور عمرۂ بدل کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ واضح کریں۔

جواب: کسی ایسے مسلمان کی طرف سے حج کرنا جو صاحب ثروت اور استطاعت ہو لیکن کمزوری بڑھاپے یا کسی دائمی وشدید مرض کیوجہ سے معذور ہو حج بدل کیا جاسکتا ہے لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ حج بدل کرنے والا پہلے اپنا حج کر چکا ہو جیسا کہ حضرت شبرمہ کی حدیث سے واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ وہ "**لبیک عن شبرمه**" کہہ رہا تھا یعنی شبرمہ کی طرف سے حج بدل کرنے کیلئے تلبیہ پکار رہا تھا آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ شبرمہ کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ میرا بھائی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "**حج عن نفسک ثم عن شبرمة**" کہ پہلے خود اپنا حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرنا (ابوداؤد: ۱۸۱۱) اسی طرح سے حج کے ساتھ ساتھ عمرہ بھی دوسرے کی طرف سے کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ابورزین عقیلی کی روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ حج اور عمرہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "**حج عن ابیک واعتمر**" کہ اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ دونوں کرو۔ (ترمذی: ۹۳۰) یہ ضروری نہیں ہے کہ حج بدل کرنے والا شخص قریبی رشتہ دار ہی ہو بلکہ کوئی بھی آدمی حج بدل کرسکتا ہے۔ (فقہی احکام ومسائل الفوزان ص: ۷/ ۳۳) (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ: ۱۱/ ۵۰-۵۱)

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
July 2016

اظہار تشکر واپیل

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی دعوتی، تنظیمی، تعلیمی، رفاہی اور ملی تمام سرگرمیاں اللہ عزوجل کی مہربانیوں اور عنایتوں کے بعد احباب جماعت کے مادی ومعنوی تعاون اور دعاؤں سے بحمد للہ جاری وساری ہیں اور ان میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ابھی رمضان المبارک کے مہینے میں اصحاب خیر کے انفرادی تعاون کے ساتھ ساتھ ائمہ وٹرسٹیان مساجد کے اہتمام سے مساجد میں جمعہ کی نمازوں کے بعد اجتماعی تعاون بھی جمع کیا گیا جس سے مناسب رقم اکٹھا ہوگئی اور وہ دفتر تک پہنچ بھی گئی ہے۔

صوبائی جمعیت کے امیر مولانا عبدالسلام سلفی اور دیگر تمام ذمہ داران واراکین جمعیت جملہ اصحاب خیر اور ائمہ وٹرسٹیان مساجد کے فرداً فرداً مشکور ہیں جنھوں نے ماہ مبارک میں دامے درمے، قدمے سخنے کسی طرح بھی صوبائی جمعیت کا تعاون کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو ان کے حسنات میں شامل کرکے ذخیرہ آخرت بنائے اور دنیا میں بھی ہر طرح کے خیرات وبرکات سے نوازے۔

ہمیں امید ہے کہ مستقبل میں بھی ان شاء اللہ تعاون کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

ساتھ ہی ان ٹرسٹیان مساجد سے اپیل کی جاتی ہے جو رمضان میں کسی مجبوری کے وجہ سے یہ موقع نہیں نکال سکے کہ وہ دیگر کسی جمعہ میں تعاون جمع کرالیں اور صوبائی جمعیت کی سرگرمیوں میں حصے دار بنیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر سے نوازے اور ہمیں بھی اجر وثواب سے محروم نہ فرمائے۔ (آمین)

Published by :
SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com